قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک قسم اول للعہ فی پرچہ ۱۲ر قسم دوم ۴عہ فی پرچہ ۳ر

جلد ۸ فروری سنہ ۱۹۰۵ء نمبر ۵

ایڈیٹر
شیخ عبد القادر بی اے

مخزن

اردو علم ادب کی دلچسپیوں کا ایک ماہوار مجموعہ

مضامین نثر

مدفن بزرگان - شیخ عبد القادر (از لندن) ۱
دیباچہ غرۃ الکمال - مولوی حبیب الرحمن حسرت شروانی - ۹
زبان اردو - سی - ڈبلیو وش (از انگلستان) ۱۶
نفس کی قوتیں - لالہ جیا رام ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج ۲۱
آبی جدولیں - مولوی سید علی سجاد عظیم آبادی - ۲۴
فریب محبت - سید نذیر حسین بی اے ۲۸
اردو اور دیسی زبان - پنڈت برجموہن دتا تریہ ۳۴
اعراف کی ایک روح - خواجہ لطیف احمد بی اے ۴۲
ڈھاہ مصور - عبد الرحمن سہواروی (از علیگڈھ) ۴۷
ریویو - ۴۸

مضامین نظم

ایک ہندوستانی لڑکے کا گیت - شیخ محمد اقبال ایم اے ۴۹
رات کے پچھلے گھنٹے - منشی درگا سہائے صاحب سرور جہان آبادی ۵۰
ایک حسینہ اور جگنو - منشی درگا سہائے سرور جہان آبادی ۵۴
شاہ اور رحم - منشی دوارکا پرشاد افق
غالب بنارسی - ۵۶
خزانہ رزق - حافظ سید فضل حق آزاد عظیم آبادی ۵۹
مذہب اور سائنس - محمد اکبر خاں بی اے مرحوم - ۶۱

نو کروڑ ہندوستانی اردو بولتے ہیں - اور اسی قدر اور ہندوستانی اردو سمجھتے ہیں

○ ان شہروں میں اردو مادری زبان ہے □ ان شہروں میں اردو مروج ہے ⊕ ان شہروں میں اردو سمجھی جاتی ہے -

خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں مینیجر صاحب کے اہتمام سے چھپا
اور شیخ محمد اکرام اسسٹنٹ ایڈیٹر نے شائع کیا

خالص چاندی کے خوشنما زیورات

پانچ سو روپیہ انعام

خضاب زینت شباب

مہندی اور وسمہ کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے ہم نے ایک عجیب خضاب زینت شباب تیار کیا ہے جس کو سفید بالوں میں لگا دیجئے بس ایک ہی منٹ میں بال سیاہ ہو جاتے ہیں اور سیاہ بھی ایسے کہ خضاب شدہ بالوں اور قدرتی سیاہ بالوں میں کوئی تمیز نہیں رہتی ایک شیشی خریدی ہوئی مدتوں چلی جاتی ہے۔ پندرہ روز تک سیاہی قائم رہتی ہے۔ ہمارا دعوے ہے کہ جو شخص اس سے زیادہ دیر پا خضاب کا نسخہ بتلائے ہم اسکو پانسو روپیہ انعام دینگے۔ قیمت شیشی ایک روپیہ بارہ آنہ ۱۲/عصر

تحفہ

بازو بند دو جوڑے

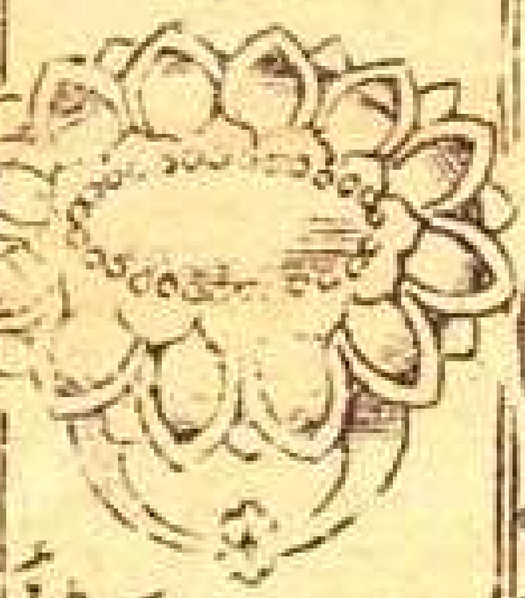

نونگے خالص چاندی کے بنے ہوئے بہت خوبصورت۔ جڑاؤ کام عجب خیز ہے کاریگر کا کمال دیکھنے پر منحصر ہے۔ قیمت قسم اعلیٰ چار روپے۔ قسم ادنیٰ تین روپیہ

آرسی جڑاؤ

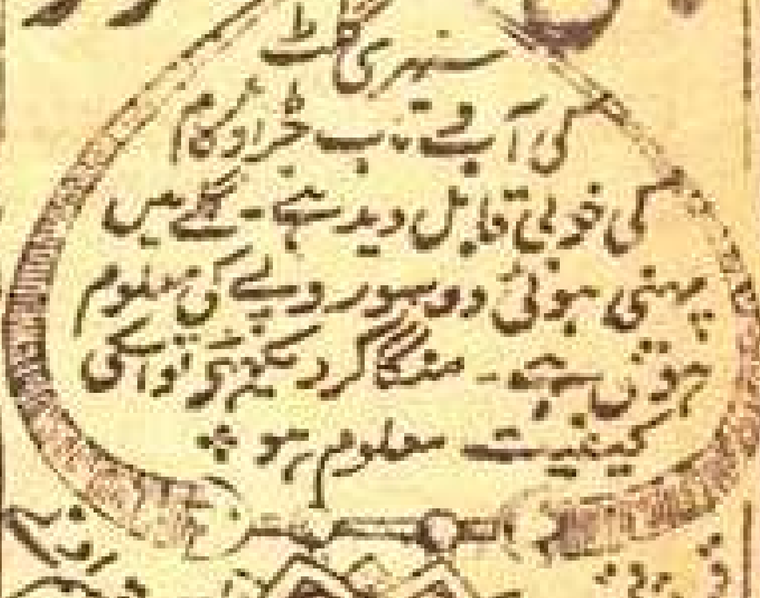

یہ خالص چاندی کی جڑاؤ آرسی ہے جس کے اوپر سونا چڑھا ہوا ہے کاریگر کا کمال دیکھئے پرسنہری [illegible] زیور ہے (عہ) قیمت قسم اول دو روپیہ قسم دوم ایک روپیہ [illegible] آنہ

جگنی جڑاؤ

خالص چاندی

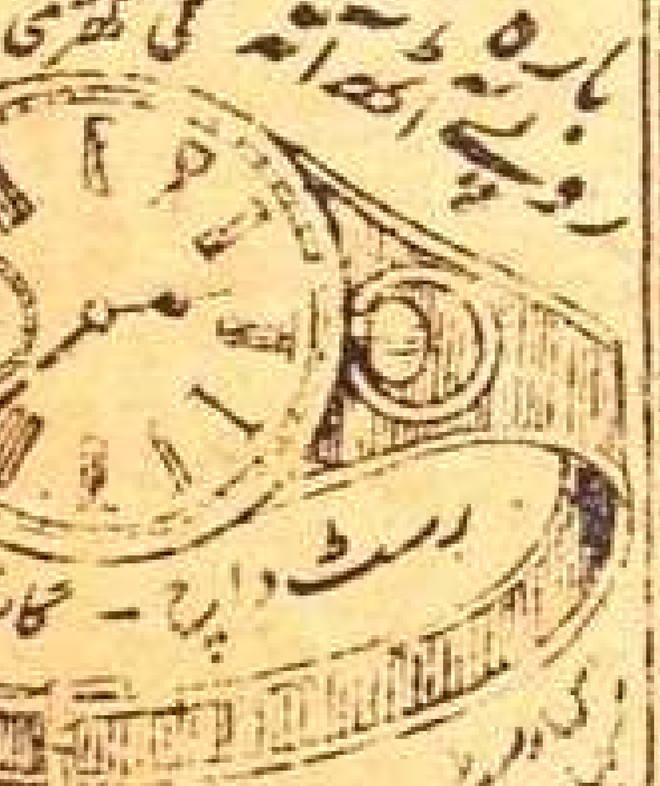

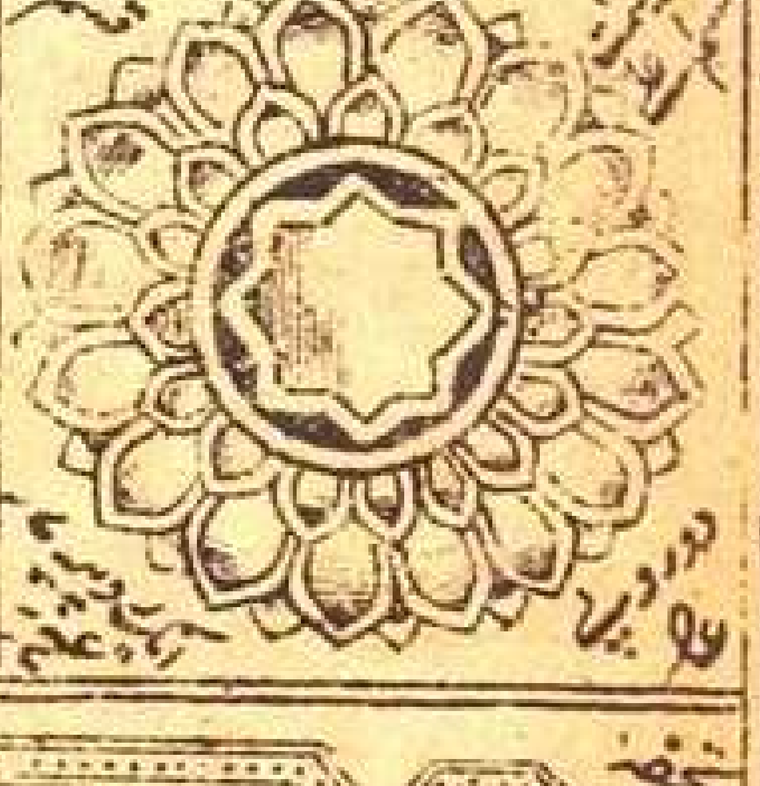

سنہری گلٹ کی آب تاب جڑاؤ کام کی خوبی قابل دید ہے۔ گلے میں پہنی ہوئی دو سو روپے کی معلوم ہوتی ہے۔ منگا کر دیکھئے تو اس کی کیفیت معلوم ہو

بارہ روپے کی گھڑی چار روپے آٹھ آنے میں

رسٹ واچ - گارنٹی ۵ سال

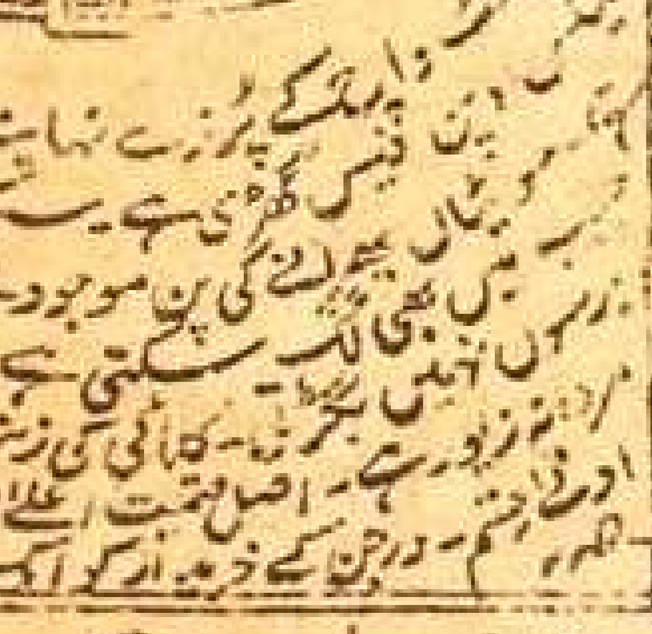

[illegible]

تحفہ

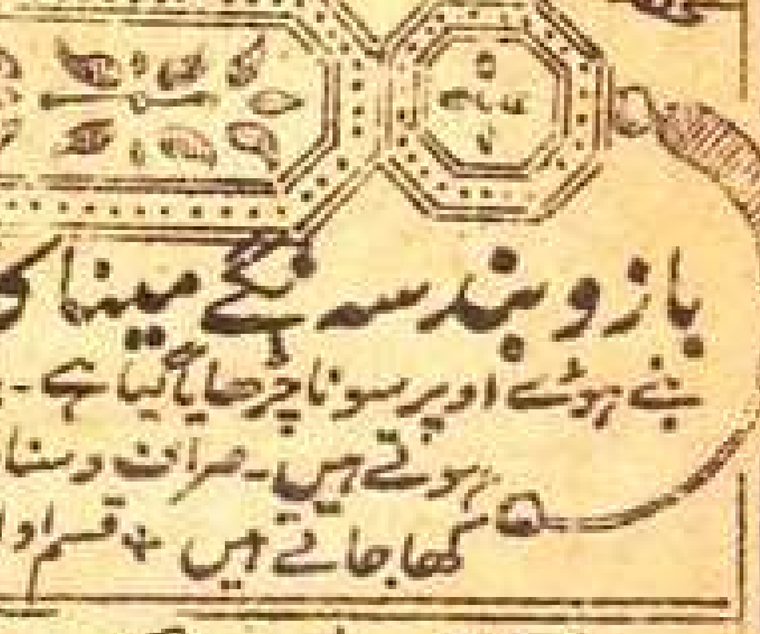

بازو بند سہ نگے میناکار

خالص چاندی کے بنے ہوئے اور پر سونا چڑھا ہوا ہے۔ بالکل سونے کے معلوم ہوتے ہیں۔ صراف و سنار صراف دھوکہ کھا جاتے ہیں قسم اول عا

۶	۸	۹	۱	۲	۳
خالص چاندی کی نگینہ والی انگوٹھی قسم اول (۸/) قسم ادنیٰ (۷/)	خالص چاندی کی عطر دان دالی قسم اول (۸/) قسم ادنیٰ (۷/)	خالص چاندی کی ہلال نما انگوٹھی بنایت خوبصورت قسم اول [illegible]	خالص چاندی کی رسٹ نما بیسر سنہری گلٹ ہوئی قسم اول [illegible]	خالص چاندی کی سنہری گلٹ فیروزوں والی قسم اول [illegible]	خالص چاندی کی نہایت خوبصورت ہفت نگی سنہری گلٹ قسم اول [illegible]

نواب اشرف اینڈ کمپنی لاہور

مخزن

مدفنِ بزرگان

انگلستان کے مشاہیر کا مرقد۔ ویسٹ منسٹر ایبے

چپے چپے پہ ہیں یاں گوہرِ یکتا تہِ خاک
دفن ہوگا کہیں اتنا نہ خزانہ ہرگز (حالی)

دہلی مرحوم (خدا اُسے دوبارہ زندہ کرے) ایک زمانے میں مشاہیرِ عالم کا مرجع تھی۔ بڑے بڑے باکمال دُور دُور سے اُس کی طرف کھنچے ہُوئے آئے اور آخر وہیں کے ہو رہے۔ وہیں مرے اور وہیں دفن ہُوئے۔ خود وہاں کی مردم خیز زمین سے کئی نامور اُٹھے۔ اور بالآخر وہی سرزمین ان کی آرامگاہ بنی۔ اِسی لئے مولانا حالی کو اس کے وسیع کھنڈروں کا ذکر کرتے ہُوئے کہنا پڑا کہ اس ویرانے میں اتنا خزانہ مدفون ہے۔ کہ کہیں نہ ہوگا۔ لندن کے مشہور قبرستان ویسٹ منسٹر ایبے کو دیکھ کر مجھے مولانا حالی کا شعر یاد آیا۔ اور دہلی کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا۔ وُہ بھی ایک خزانہ تھا اور یہ بھی ایک خزانہ ہے اور بعض اعتبارات سے اُس سے بھی بڑا خزانہ ہے۔ کیونکہ نہ ہو۔ دہلی ہندوستان کا بڑا شہر تھا اور لندن اس وقت دنیا کا بڑا شہر ہے۔ اُس خزانے کے قدردان دُنیا سے اُٹھ گئے اور اِس خزانے کے محافظ اور قدرشناس موجود ہیں۔ ایک بات جو خاکِ دہلی کی خصوصیت ہے۔ وُہ خاکِ ویسٹ منسٹر کو حاصل نہیں۔ ایک چیز جو ویسٹ منسٹر میں ہے وُہ دہلی کو میسّر نہیں۔ خاکِ دہلی ہے مہمان نواز۔ عرب ہو یا تُرک۔ ایرانی ہو یا ہندی

اِسے سب عزیز ہیں۔ اور سب کو اپنے آغوشِ شفقت میں لیتی ہے۔ مگر ویسٹ منسٹر کی چار دیواری میں جگہ پانا مشکل ہے۔ اور دِن بدن مشکل ہوتا جاتا ہے۔ ہاں ویسٹ منسٹر کو جو امتیاز حاصل ہے وُہ یہ ہے۔ کہ ایک محدود رقبے میں سینکڑوں نامووں کے جسدِ خاکی مدفون ہیں بجالیکہ دہلی میں میلوں کا چکر لگانے پر بھی اتنا مجمع یکجا نہیں مل سکتا۔ وہاں گوہر سنگریزوں میں ملے ہُوئے پڑے ہیں اور معمولی آنکھ کا یہ کام نہیں ہے کہ بتا سکے کہ گوہر کون سا ہے اور سنگ کون سا۔ لندن کو عجیب و غریب اتفاقات سے یہ بات حاصل ہوگئی ہے کہ ایک بڑے گرجے کی چار دیواروں میں انگلستان کی تمام گذشتہ بڑائی کی یادگاریں جمع ہیں اور ایک مقام کی زیارت زیادہ گردش کی ضرورت باقی نہیں چھوڑتی۔ بڑے بڑے تاجورانِ گردنکش اسی احاطے کے اندر لیٹے ہُوئے ہیں۔ اور اُن کے جان نثار اُن کی قبروں کے گرد ویسے ہی جمع ہیں جیسے اُنکی زندگی میں اُن کے گرد حلقہ باندھے رہتے تھے۔ اسی احاطے میں بہادرانِ انگلستان میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دینے کے بعد آرام سے سوئے ہیں۔ اُن کی قبروں کے کتبے موجودہ زمانے کے سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں اور اُن کو یہ سمجھا رہے ہیں کہ اگر پائدار شہرت چاہتے ہو تو اِن جوانمردوں کے نقشِ قدم پر چلو۔ قوم کی خدمت میں جانیں لڑاؤ۔ تو اِن کے پہلو میں جگہ پاؤ۔ یہیں وُہ مدبّر آرام کر رہے ہیں۔ جن کے ناخنِ تدبیر نے بڑی بڑی پولیٹکل گتھیاں سلجھائیں اور جن کی دانائی اور حُسنِ انتظام نے انگلستان کو ایک چھوٹے سے جزیرے کی چھوٹی سی سلطنت سے ایک عظیم الشان شاہنشاہ کے رُتبے تک پہنچا دیا۔ اور شاہِ انگلستان کو قیصر بنا دیا۔ اِسی تعمیرِ کہن کے گوشوں میں وُہ اہلِ قلم پڑے ہُوئے ہیں۔ جنکے قلم کی جنبش ہزارہا دلوں کو ہلا دیتی تھی اور جن کے تصانیفِ نظم و نثر کو اہلِ انگلستان آج تک اپنی بہترین وراثت سمجھتی ہیں۔

بزرگانِ انگلستان کا یہ مدفن پہلے کیتھلک راہبوں کے ایک فرقے کی قیامگاہ تھا جس کی بنا ہزار برس ہُوئے ڈالی گئی تھی۔ خیال بے اختیار لندن کی اُس ابتدائی حالت کی طرف دوڑتا ہے جب اس کی اِس بڑائی کے نشان بھی نہ تھے۔ ہاں لندن کا دیرینہ دوست دریائے ٹیمز جب بھی

...ی ایبے کے قریب بہتا تھا۔ اور اب بھی ہے۔ مگر جہاں اب پارلیمنٹ کی سر بفلک عمارت کھڑی ... وہاں ایک چھوٹا سا محل تھا اور جہاں ویسٹ منسٹر کی خوبصورت سڑکیں اور عالیشان ...ں اور اور عمارتیں ہیں - وہاں دلدل تھی اور جہاں آیبے ہے - یہ حصہ اُبھرا ہوا ایک ننھا سا ...یرہ تھا - جو پانی اور دلدل سے گھرا ہوا تھا - اِس جزیرے پر اُن راہبوں نے بسیرا لیا - ...اُن کے لئے چھوٹی سی عمارت بنائی گئی - اس میں کوئی دس بارہ راہب رہتے تھے ۱۰۶۵ء میں ...اڈورڈ نے جو دینداری میں مشہور تھا اور کانفیسر کے لقب سے ممتاز ہوا - اس عمارت کو بڑھایا ...بہتر راہبوں کی آسائش کے لئے عمارت بنا دی - جس کے بعض حصے آج تک قائم ہیں علاوہ ...داری کے کانفیسر کی اس خانقاہ سے خاص دلچسپی کا باعث یہ تھا - کہ اُس کا محل اس کے ...یب تھا اور وُہ اس میں دفن ہونا چاہتا تھا - یہ بادشاہ اڈورڈ اوّل سے بھی پہلے ہوا ہے - ...۱۰۴۲ء سے ۱۰۶۶ء تک حکمران رہا - اسے نارمن طرزِ تعمیر[۵۱] پسند تھی اور اسی لئے آیبے کی تعمیر ...نڈی (علاقہ فرانس) کے نمونے پر ہوئی - انگلستان میں اس طرز کا یہ پہلا نمونہ تھا - اور اس کے ...گرجے عموماً اسی نقشے پر بننے شروع ہوئے -

اِصلاح مذہبِ عیسوی کے اُس زبردست سیلاب میں جو ہنری ہشتم کے عہد میں آیا - اور جس نے ...تھولک عقیدے کے سب نشان مٹا دیئے - عجب نہیں تھا کہ یہ ایبے بھی بہ جاتی - مگر اس کی قسمت میں یہ ...انہ لکھا تھا - اُس سیل کی دستبرد سے بچ گئی - اور بجائے ایبٹ[۵۲] کے اُس کے لئے ڈین[۵۳] مقرر کر دیا گیا - ...کہ یہ گرجا محل شاہی کے قریب واقع تھا - اس لئے عموماً بادشاہوں کی نظرِ عنایت اس پر رہی - "ہر کہ آمد عمارت نو ...خت" - کا ظہور تو وقتاً فوقتاً ہوتا رہا - مگر سب اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے رہے - یہانتک کہ سب ...بادشاہ اس میں دفن ہونے لگے اور یہی جگہ تاج پوشی کے لئے مخصوص ہو گئی - تاج پوشی جو ایک خوشی ...موقع ہے - اس کا ایسا گہرا تعلق ایک مدفن سے ہونا بادی النظر میں نہایت تعجب خیز معلوم ہوتا ہے -

۵۱ لاہور کی نئی عمارتوں میں گورنمنٹ کالج کی عمارت کے بعض حصے اس طرزِ تعمیر کی نقل ہیں ۱۲ ۵۲ راہبوں کا افسر ۱۲

۵۳ انگریزی اصلاح شدہ گرجے کا افسر ۱۲

اور خیال آتا ہے کہ انگریز بھی باوجود آزاد خیالی کے دعوے کے اِس قدر بندۂ رسم و رواج ہیں کہ اس پُرانی رسم کو جو موقعۂ تاجپوشی کے بالکل مناسب نہیں ترک کر سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ انگریز بحیثیتِ قومی رسم پرستی میں کسی اَور قوم سے کم نہیں۔ اور اس رواج میں بھی رسم پرستی کو خاصہ دخل ہے۔ مگر ذرا غور کرنے سے اس رواج کی معقولیت صاف سمجھ میں آجاتی ہے۔ بادشاہ جب اس مقامِ عبرت میں سر پر تاج رکھتا ہے۔ تو دُنیاوی بڑائی کا انجام اس کی نظر میں پھر جاتا ہے۔ اور وُہ اس بات کو محسوس کرتا ہے۔ کہ جو اختیار اور جو اقتدار اس تاج سے وابستہ ہے وُہ چند روزہ ہے۔ اور اُس پر پھُولنا مناسب نہیں۔ کوشش یہ چاہئے۔ کہ اُس اختیار کو ایسی طرح برتا جائے۔ کہ پسِ مرگ لوگ خوشی سے اُسے ان بزرگوں کے پہلو میں لاکر سُلائیں اور نیکی سے یاد کریں۔ رسمِ تاجپوشی اڈورڈ کا نفیسر کے مزار کے قریب جو گویا اس ایسے کام کا مرکز ہے۔ ادا کی جاتی ہے۔ یہ ایک بڑا چبوترہ سا ہے۔ جس پر لکڑی کے خستہ سے زینے سے چڑھتے ہیں۔ اِس کے متعلق ایک انگریز مصنّف یہ رائے ظاہر کرتا ہے:-

"یاد رہے۔ کہ یہاں آپ اُس مقام پر ہیں جو ساری عمارت میں مقدّس ترین مانا جاتا ہے۔ کسی قدر بلندی پر جناب کا نفیس آرام میں ہیں۔ شاہ ہنری سوم نے ۱۲۶۹ء میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ اُن کے تابوت کو یہاں لاکر دفن کیا تھا۔ یہی وُہ محرابیں ہیں جہاں شاہ دگدا زانو ٹیک کر دعائے توبہ کرتے تھے۔ یا بیماری سے صحت پانے کے اُمیدوار ہوتے تھے۔ آپ کے گرد و پیش شاہوں کے مقبرے ہیں اور آپ کے پاؤں تلے شاہزادیوں اور شاہزادوں کی مٹّی ہے۔ کتاب کے اوراق جس میں اس مدفن کے حالات درج ہیں۔ پھر کسی وقت فرصت میں اُلٹ لیجئے گا۔ سرِ دست اُس کے عالی رُتبہ تعمیر کنندہ ہنری سوم کی شاندار قبر کی طرف آنکھ اُٹھایئے۔ جو جانبِ شمال واقع ہے۔ وُہ خود تو یہاں ہیں۔ مگر دِل ان کا اَور جگہ اپنی ماں کے قریب ہے۔ جانبِ مغرب اُن سادہ بے زینت سِلوں کے نیچے اُس کا نامور لختِ جگر شاہ اڈورڈ اوّل لیٹا ہوا ہے۔ جس کی حکومت دانائی کا نمونہ تھی اور جس نے سکاٹلینڈ والوں کی گردن پر جُوا ڈالا۔ جانبِ مشرق شاہ اڈورڈ کی پیاری بیگم۔ ملکہ الی نور کی قبر ہے۔ جس کی خاطر جہاں کہیں اس کا جنازہ ٹھہرایا جاتا تھا۔ کراس

سی صلیبی نشان بنائے گئے تھے اور جن میں سے ایک (لندن کے مشہور چوک) چیرنگ کراس
ے نام کا باعث ہوئی - اب مغربی جانب کو چلیئے تو اڈورڈ دوم کی شاہی ڈھال اور تلوار رکھی ہے اور
ی تاجپوشی موجود ہے - یہ کرسی اڈورڈ اول کے حکم سے بنی تھی - اور اس کے نیچے سنگِ تقدیر
کھا ہے - جو اڈورڈ اول کو سکاٹلینڈ میں ملا تھا - اسی کرسی اور اسی ناہموار سے پتھر پر سارے
باہانِ انگلستان اُس زمانے سے آج تک تخت نشین ہوئے ہیں - اس کی نسبت ایک عجیب روایت
ہے کہ یہی پتھر حضرت یعقوب کا سنگِ بالیں بنا تھا - اور پھر کنعان سے مصر میں پہنچا - مصر سے
سپانیہ آیا - ہسپانیہ سے آئرلینڈ اور آئرلینڈ سے سکاٹلینڈ"۔

یوں تو اس مدفن کا ہر حصہ تاریخ انگلستان کا ایک باب ہے اور اس لئے دلچسپی سے بھرا ہوا ہے -
ر دو حصے عام زائرین کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ ہیں - ایک وہ جس میں مشہور مدبرانِ ملک
ی قبور اور یادگاریں ہیں اور دوسرا وہ جسے گوشۂ شعرا کہتے ہیں - زندگی میں تو یہ لوگ مقناطیسی
ش میں ممتاز تھے ہی - مگر خدا جانے کس بلا کا جادو ان کے خمیر میں تھا - کہ پسِ مرگ ان کی خاک
ی دامنگیر ہے - جی چاہتا ہے کہ گھنٹوں ایک ایک کے سرہانے چشمِ عبرت کھولے بیٹھے رہیں -
ا خوش قسمت تھے یہ لوگ اور کیا مبارک تھی ان کی زندگی - کہ جیتے تو دنیا کو اپنے علم و عقل سے
نفع پہنچایا اور مرے تو ایسی نشانیاں اپنی محنت اور ہمت کی چھوڑ گئے - کہ آیندہ نسلیں بھی
ن سے فائدہ اُٹھائیں - مدبّروں میں سے بعض کو شاندار یادگاریں اور شاندار کتبے نصیب
وتے ہیں - جن کے ذریعے سپاس گذار قوم نے اپنے خادموں کی خدمات کا اعتراف کیا ہے -
بعض نے یہاں بھی اپنی سادگی کو نباہا ہے اور مدتِ عمر سادگی کے ساتھ بسر کرنے کے بعد
یں یہ گوارا نہیں ہوا - کہ مر کر شاندار نظر آئیں - گلیڈسٹون کا کتبہ اس خیال کا اعلیٰ نمونہ ہے -
س سے سادہ کتبہ ایسے بلند پایہ وزیرِ دولت کے لئے ہو نہیں سکتا تھا - اُس پر اس کے نام اور
سنہ ولادت و انتقال کے سوا صرف یہ الفاظ ہیں :-

"چار دفعہ وزیر اعظم انگلستان"

اگر کوئی غور سے دیکھے تو ان کتبوں کے الفاظ میں - ان پتھر کی سلوں میں - ان کے رنگ میں ان کی شکل میں - اُن بزرگوں کی تاریخ اور خصائل کا خلاصہ موجود ہے - شعرا اور مصنّفین کے مدفن عام طور پر زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں - بادشاہوں کی قبر پر تو کوئی پھول چڑھانے نہیں آتا - مگر چارلس ڈکنز ناولسٹ کی قبر پر اکثر پھول نظر آتے ہیں - اس کی ہر دلعزیزی روز افزوں ہے - اور مزا یہ ہے کہ بعض لوگ ساتھ رقعے لکھ کر بھیجتے ہیں - جن میں اس کی نسبت اپنی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے - اسی طرح دیگر مصنّفین کی قبروں پر اُن کے مدّاح کبھی کبھی پھول چڑھاتے ہیں - یہ لوگ اقلیمِ عقل و ذہانت کے بادشاہ گذرے ہیں اور معلوم یہ ہوتا ہو کہ قلوبِ انسانی پر جو دیرپا حکومت اور اثر ان کو حاصل ہے وہ ان بادشاہوں کو نہیں جن کی قوّت تیغ و سنان سے تھی اور جن کی شان مال و دولت پر مبنی تھی - یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اس حصّے میں سونے والے سب کشورِ سخن کے تاجور ہی ہیں - کیونکہ جیسا ملکی سلطنت کے لئے جھوٹے دعوے دار پیدا ہو جاتے ہیں - اسی طرح اس شاہی کے بھی مستحق اور غیر مستحق دونوں ہر وقت موجود رہتے ہیں - بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ غیر مستحق اپنی زندگی میں زیادہ قبولیت حاصل کر لیتے ہیں اور اُن کے معاصرین - انہیں کُنجِ شہرت میں جگہ دیتے ہیں - لیکن زمانہ ایسی غلطیوں کی اصلاح کر دیتا ہے - چنانچہ ایبے میں بھی کئی لوگ ایسے پڑے ہیں - جن کے نام اب زمانہ مٹا چکا ہے اور کئی ایسے ہیں جن کی شہرت میں امتدادِ ماہ و سال کچھ خلل نہیں ڈال سکتا - اسی لئے سپکٹیٹر کا مشہور اڈیٹر اڈیسن جو اب خود حلقہ مشاہیر میں شامل ہے اور ویسٹ منسٹر ایبے میں جگہ پائے ہوئے ہے - لکھتا ہو کہ میں جب گوشۂ شعرا میں گیا تو مَیں نے وہاں کئی ایسے شاعر دیکھے جن کی شان میں کوئی یادگار وہاں برپا نہیں کی گئی تھی اور کئی ایسی یادگاریں دیکھیں - جن کے پاس شاعر نہ تھے - مگر غیر مشہور لوگوں کو چھوڑ کر بھی اتنی تعداد مشاہیر کی ہے - کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے -

ویسٹ منسٹر ایبے بیشک عجائباتِ انگلستان میں سے ہو - لیکن دو باتیں اس میں ایسی

ہیں - جو ایشیائی مذاق کو کھٹکتی ہیں - اِن میں ایک تو لاعلاج ہے اور اس کے باعث تو ہر مشرقی سیاح کو ضرور کم و بیش مایوسی ہوگی - لیکن دوسری علاج پذیر ہے اور افسوس ہوگا - اگر اس کی کوئی اصلاح ممکن نہ ہو - پہلی چیز جو یہاں اُن آنکھوں کو جو مشرقی دُنیا کے عالیشان مقبروں کے نظارے کی عادی ہیں جن کے بلند اور سفید گنبدوں اور میناروں پر آفتاب اپنی پہلی کرن ڈالتا اور ابرِ رحمت اپنی پہلی بوند برساتا ہے - مایوس کرتی ہے - وُہ ایبے کی باہر سے سیاہ دیواریں - اُس کے چھوٹے اور پست دروازے - اور اس کے اندر کے حصّوں میں سے بعض کی تاریکی ہو - مشرقی خیالات میں قبرستان کے ساتھ سبزہ و گل ملے ہُوئے ہیں - بادشاہوں اور اُمرا کی قبریں اگر چھت سے ڈھنپی ہوتی ہیں تو انکے گرد درخت اور بہتا ہوا پانی اور سبزہ موجود ہوتا ہے - اور اگر متوسط درجے کے لوگوں اور غربا کو یہ شان میسر نہ ہو تو خودرو سبزہ ہر برسات میں اُن کا قبر پوش ہوتا ہے اور جنگل کے درخت اُن کی قبروں پر سایہ کئے ہوتے ہیں - برخلاف اس کے یہاں سب قبریں اس پرانے گرجے کی چار دیواری سے گھری ہوئی اور اُس کی دیرینہ چھت کے زیرِ سایہ ہیں - جو خیالی تصویر اس مقام کی کتابوں میں اس کا نام پڑھتے پڑھتے ہمارے ذہن میں جم گئی تھی - حقیقت اُس سے بالکل جُدا ہے - اور اس بڑے مدفن کا زائر ظاہری شان کی جس قدر کم توقع دل میں لیکر آئے - اتنا ہی اس کے لئے اچھا ہے - دُوسری چیز جو ایشیائی طبیعت کو ناگوار ہوتی ہے - وُہ یہ ہے کہ یہاں لوگ اِن ناموروں کی قبروں پر بے دھڑک قدم رکھ دیتے ہیں - اور قبور کی سلیں اس طرح فرشِ زمین سے ملی ہُوئی ہیں - اور ایک دُوسرے کے اِس قدر قریب ہیں - کہ تاوقتیکہ خاص کوشش نہ کی جائے - انکو روندنے کے بغیر ایبے میں چلنا محال ہے - ٹنی سن اور براؤننگ - ڈکنز اور مکالے جیسے یکتا ایسے لٹائے گئے ہیں کہ اُن کے زائر اُن کے اُوپر چلتے ہیں - مانا کہ اب وُہ پیوندِ خاک ہو گئے ہیں اور مغربی خیالات تعظیمِ قبور کی اس ظاہری حُرمت کے چنداں متقاضی نہیں - تاہم یہ کبھی فراموش نہیں ہو سکتا - کہ یہ خاک خاک تو ہے - مگر ایسے دِل و دماغ کے بزرگوں کی - جن کی زندگی میں لوگ اُن کے لباس کو چھُو لینا فخر سمجھتے - اور گو وُہ اس جہان سے چل بسے - تاہم انکی

مٹی اب تک اتنی قدر کی تو مستحق ہے کہ بیدریغ روندی نہ جائے۔ ملکہ الزبتھ ایبے کے جس گوشے میں سو رہی ہے۔ اور جہاں اس کی قبر پر ایک بلند اور ممتاز چبوترہ ہے۔ اسی گوشے میں دہلیز کے قریب فرش کے برابر ایڈیسن مدفون ہے۔ جو کوئی ملکہ کی قبر دیکھنے جاتا ہو وہ ایڈیسن کی قبر کو روندتا ہوا جاتا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ کاش ایڈیسن کسی اور گوشے میں دفن ہوتا۔ جہاں خواہ کم لوگ جاتے۔ مگر پامالی بھی کم نصیب ہوتی۔ اگر سنگِ مزار بول سکتا تو متوفی کی طرف سے یہ شعر پڑھتا۔

شاہوں کے مقبروں سے الگ دفن کیجیو
ہم بیکسوں کو گورِ غریباں پسند ہے

یہ تو مشکل ہے کہ اہلِ مغرب قبور کے متعلق ادب کا وہ لطیف اور نازک درجہ حاصل کریں جو اہلِ مشرق کا خاصہ ہو۔ مگر کم از کم یہ طریق جو اب مروج ہے۔ ضرور قابلِ ترمیم ہے۔ اور اس میں انہیں ایشیا سے سبق لینا چاہئے۔ اس طرح ایشیا کو اپنے قابل لوگوں کی دلی قدردانی میں اہلِ مغرب کی مثال سے بہت کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اور جس دن ایشیا کے بڑے شہر اپنی اپنی جگہ ویسٹ منسٹر ایبے کا جواب رکھیں گے۔ وہ دن ترقی کی مبارک فال لائیگا۔

عبدالقادر (از لندن)

مُفلسی

ہاتھ اے مفلسی صفا ہے ترا — ہائے کیا تیرہ بخت ہے ترا
تیرہ روزی کا ہے تجھی پہ مدار — بدنصیبی کو آسرا ہے ترا
ہائے صد شکستِ قیمتِ دل — دہر میں ایک سامنا ہے ترا
مسکراتا ہے تجھ کو دیکھ کے زخم — یہ کوئی صورت آشنا ہے ترا
التجا پر خموشیِ منعم — ایک فقرہ جلا بھنا ہے ترا
موت مانگے سے بھی نہیں آتی — درد کیا زندگی فزا ہے ترا
شورِ آوازِ چاکِ پیراہن — لبِ اظہارِ مدعا ہے ترا

ہے جو دل میں نہاں کہیں کیونکر
ہائے تیرے ستم انہیں کیونکر

(اقبال)

دیباچۂ غرۃ الکمال امیر خسرو

پر

ریویو

(سلسلے کے لئے دسمبر ۱۹۰۴ء کا نمبر ملاحظہ ہو)

ہ وجہ تالیف دیباچہ | ایک روز مَیں شب کو بیٹھا ہوا چمنِ سخن کی سیر کر رہا تھا اپنے ہی کلام کا ایک گلدستہ
بہار جوانی کا شگوفہ ہے) ہاتھ میں تھا آرے ع "ربیع العمر ایام الشباب" یعنی جوانی بہارِ زندگانی ہے۔
اُس کے پھول پتّے سے اپنا دِل نہال کرتا اور کبھی اُس کو ترنم میں ادا کرکے بلبل کا دِل شاد۔ غرض
لکھتا کبھی پڑھتا۔ اِسی عرصے میں برادرم علاؤ الدین علی شاہ کاتب (گویا اُسی کی شان میں حضرت
نے فرمایا تھا عَلَیْکُمْ بِحُسْنِ الخَطِّ فَاِنَّھا مَفَاتِحُ الرِّزْقِ ۔ خوشخطی سیکھو کہ روزی کی کنجی ہے)
یا۔ تھوڑی دیر خاموش رہکر پُوچھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ مَیں نے حال کہا سُنکر بولا کہ تمہارے تازہ کلام
یک انبار میرے پاس جمع ہے جو ہنوز غیر مرتب ہے۔ اوّل اس کو مرتب کر دو پھر اور کلام کی فکر میں
۔ مَیں نے ٹالا لیکن اُس نے نہ مانا باصرار کہا کہ جو مسودے میرے پاس ہیں۔

ں سواد اتے کہ بر من است بیاض کن بعد ازاں
تات پیشینہ کہ منسیات شدہ است بداں پیوند
ابطہ و رابطہ براں بند بعد آں چنانچہ روئے
ۃ الصغر و وسط الحیواۃ را بمحاسن دیباچہ مزین گردانیدہ
ں غرہ را نیز بدیباچہ کمال بیارائے ۔

پہلے اُن کو صاف کر دو پھر اُنہیں میں پُرانے تحریریں
جو طاقِ نسیان کی نظر ہو چکی ہیں ملا دو۔ اس کے
بعد ایک ضابطہ اور رابطہ اُنپر باندھو۔ یہ سب ہو لے
تو تحفۃ الصغر اور وسط الحیوٰۃ کی طرح دیباچہ سے
آراستہ کرو۔

آخر مجھ کو اپنے دوست کی فرمایش ماننی پڑی اور دُوسرے ہی روز صبح کو مسودوں کا تھیلا کھول کر
ب شروع کر دی۔ شبانہ روز محنت کرکے دو ہفتے کے بعد یہ مجموعہ تیار کر دیا (تا بعد دو ہفتہ ایں پراگندہ

را کہ غرۃ کمالش خوانند بآراستگی تمام برآوردم) ۵ ماہ ست ایں کہ خورشید ست پُر نور - نیامیز دچہ گوئم
چشمِ بد دُور - مرتّب ہوتے ہی شائقین کے مطالعہ میں پہنچا اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی
صدائیں آنے لگیں - جب دیوان مرتّب ہو کر سخن شناس دوستوں کی نظر سے گذر لیا اس وقت میں نے
یہ دیباچہ لکھ کر لگا دیا - اسی بیان میں کہتے ہیں کہ مثنوی قران السّعدین کلیات ہٰذا کا ایک حصّہ ہے۔
مثنوی مذکور ۳۶ برس کی عمر میں امیر خسرو نے تالیف کی تھی - اِس سے واضح ہوتا ہو کہ چالیس
برس کے سن سے پہلے تین دیوان خسروی تیار ہو چکے تھے - تحفۃ الصغر (۱۹ برس کی عمر
تک کا کلام) وسط الحیوٰۃ اور غرّۃ الکمال - وجہ تالیف لکھ کر اُن صنائع کلام کا ذکر کیا ہے جو خود
اُن کی ایجاد ہیں - فرماتے ہیں کہ جو ایجادیں تحفۃ الصغر اور وسط الحیوٰہ میں آ چکی ہیں وُہ اُنکے
علاوہ ہیں - حیف بے مائگی صنائع کی دِقّت اُس پر کاتب کی عنایت بے غایت - مَیں باوجود
مطالعہ مکرّر اُن کا مفہوم پُوری طرح مشخص نہیں کر سکا - اِس لئے یہ جواہرات ناظرینِ مخزن کے سامنے
نہیں سجا سکتا - معمّے کی نسبت لِکھا ہے کہ متقدّمین یا تو حساب ابجد سے معمّا لکھنے میں کام لیتے تھے
یا ایسی مغلق اور مبہم ترکیبیں استعمال کرتے تھے جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ بس یہ معمّا ہے - مولانا
بہاءالدین بخاری کی طبّاعی نے اسلوب معمّا ایسا پیدا کیا کہ شعر اپنے مطلب اور مضمون میں بنفسہٖ تمام ہو
اسی ضمن میں بعض الفاظ بسبیل ایہام ایسے بھی آ جائیں جنسے کوئی نام پیدا ہو جائے - مَیں نے یہ تصرف
کیا کہ مضمونِ شعر ایسا لطیف و نفیس ہو کہ سُننے والوں کو معمّے کا گمان بھی نہ ہو - جب تماشا نظر
کاوش کرے تو کسی لفظ عربی کے ترجمہ فارسی سے یا بالعکس نقشِ مُدّعا صُورت پذیر ہو جائے - فصل
صنائع میں بعض اشعار ایسے لکھے ہیں جو عربی فارسی دونوں میں پڑھے جا سکتے ہیں - علیٰ ہٰذا القیاس
بھاشا اور فارسی - یہ بھی لکھا ہے کہ ایک رسالہ مصحّف نامی مَیں نے ایسا تصنیف کیا جو عربی فارسی
دونوں ناموں میں پڑھا جاتا ہے - فرماتے ہیں کوئی یہ نہ سمجھے کہ مجھ کو عربی شعر کہنا نہیں آتا -
پھر اثباتِ دعویٰ کے واسطے تھوڑا سا اپنا کلامِ عربی نقل کرتے ہیں - آخر خود ہی انصاف کرتے
ہیں کہ حقیقت ایں ست کہ ایں طریق نیک نمے دانم - سلسلے میں سلسلہ پیدا کر کے کہتے ہیں کہ مَیں نے

چند جز ہندی نظم کے بھی لکھ ڈالے ہیں۔ تین دیوان ترتیب دینے کا ذکر کر کے کہتے ہیں۔ مجھ سے پہلے
شاہانِ سخن میں سے کسی کے تین دیوان نہ تھے (دیوان کے ایک معنی دربار بھی ہیں) مسعود سعد سلمان[۱]
کے البتہ تین دیوان ہیں۔ ایک عربی۔ دوسرا فارسی۔ تیسرا ہندی۔ صرف فارسی میں تین دیوان میرے
سوا کسی کے نہیں ہیں۔ دیوان اول تحفۃ الصغر ہے جو بچپن کا کلام ہے۔ دوسرا وسط الحیوٰۃ
عنفوان شباب کا ذخیرہ ہے۔ تیسرا یہ غرۃ الکمال۔ میرے نزدیک کلام غرۃ الکمال ہی ہے۔
پہلا دیوان اس لئے جدا گانہ مرتب کر دیا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ بچپن کا کلام ہے اور دو
حرف گیری سے باز رہیں۔ دوسرا اس واسطے فراہم کیا کہ "اوساط مردم را صید کنم"۔

در ذکر سرگذشت خویش و پیوستن بملوک و سلاطین و مشہور گشتن

میرے والد سیف شمسی (منسوب بسلطان شمس الدین
التمش) نہایت بہادر اور صف شکنی میں شہرۂ روزگار تھے۔ باوجود اس کے نہایت کم سخن تھے۔ ترک
کی نسبت مشہور ہے کہ "ترک در خواب فرشتہ است" مگر وہ بیداری میں بھی فرشتہ تھے۔ ایسے فرشتے
خواب میں نظر آئیں تو آئیں۔ نہایت پاکباز اور باخدا تھے۔ خود تو محض اُمّی تھے لیکن اُن کی ہمت
اس طرف متوجہ رہی کہ مجھ کو (یعنی امیر خسرو کو) کچھ آجائے جو تھوڑی بہت مجھ میں قابلیت ہے وہ
اُنہیں کی تربیت کا نتیجہ ہے۔ اُن کو شہادت کی بہت تمنا تھی۔ خداوند تعالیٰ نے اس سعادت
سے انکو سرخرو فرمایا ۵ سیف از سرم برفت و دل من دو نیم ماند - دریائے من رواں شد و دُرِّ یتیم
ماند۔ فرشتے نے بجائے "برفت" کے "گذشت" لکھا ہے اور یہی زیادہ موزون ہے۔ میری عمر
اُس وقت سات برس کی تھی (دیکھو ذرا سے بچے کے دماغ پر دانا باپ نقشِ تربیت جما چکا تھا) اس
صغر سن میں جبکہ دودھ کے دانت ٹوٹتے تھے میرا کلام نمونۂ دُر افشانی تھا۔ "دراں صغر سن کہ دندان
مے افتاد سخن میگفتم و گہر از دہانم مے ریخت" (کیا اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ نظم میں کچھ ہوں ہاں

[۱] مسعود سعد سلمان کا زمانہ عہد سلطان محمود غزنوی سے سلطان ابراہیم کے عہد تک ہے۔ فتح ہندوستان کے آغاز میں
کا ہندی زبان پر اتنا قادر ہو جانا کہ صاحب دیوان بنگیا مسلمانوں کے علم دوستی اور وسیع خیالی کی روشن دلیل ہے۔ یہ بیان
خلاف واقع نہیں ہوسکتا۔ دیکھو البیرونی کی کتاب الہند زبردست ثبوت موجود ہے ۱۲

کرتے تھے۔ سات برس کا بچہ باتیں کرے تو کیا لکھنے کی بات ہے۔ والد کے بعد نانا[۵۱] کفیلِ تربیت ہوئے۔ نانا نہائیت با اقبال اور صاحبِ اقتدار تھے۔ اگرچہ لفظ سلطانی سے محروم تھے مگر حقیقت میں سلطان وُہی تھے۔ اُن کی فراخ حوصلگی نے تمام ہندوستان قابو میں کر رکھا تھا۔ تخت کی آڑ میں کُل کام وُہی کرتے تھے۔ مفسدوں کا مُنہہ بند رکھنے کے واسطے بعض خدمات بھی اُنہوں نے لے رکھی تھیں۔ دو سو تُرکی اور دو سو ہندی غلام اور دس ہزار سوار اُن کی سرکار میں تھے۔ سال بسال کثرت سے کلاہ و قبا اُن کے توشہ خانے سے تقسیم ہوتیں۔ باورچیخانے سے بکثرت محتاجوں کو کھانا ملتا۔ اُن کا فیض ہندو اور مسلمان دونوں کو یکساں پہنچتا تھا۔ ستر برس عہدہ عرض مملکت پر ممتاز رہے۔ مَیں جب اُن کی آغوشِ شفقت میں بیس برس کا ہوا تو اُنہوں نے ایک سو تیرہ برس کی عمر میں وفات پائی۔ نانا کے انتقال کرنے پر مَیں شاہزادہ قتلوخاں[۵۲] عرف چھجو کے دامنِ دولت سے جا لپٹا۔ دو برس شاہزادہ ممدوح کی سرکار میں رہا۔ کئی قصیدے اُس کی شان میں لکھے۔ مَیں ہمیشہ اس کی مجلس میں حاضر رہتا۔ اور اُس کی خوش بیانی سے حاضرین کو مسرُور کرتا۔ ایک روز بادشاہ کا چھوٹا بیٹا بغراخان[۵۳]

---

۵۱ راوت عرض عماد الملک ۱۲ ۵۲ علاؤالدین محمد بن عزالدین کشلیخاں ملقب بخانِ اعظم سلطان بلبن کا بھتیجا تھا۔ اسکی سخاوت و مجلس آرائی شہرۂ آفاق تھی ۱۲ فرشتہ ۵۳ سلطان غیاث الدین بلبن کے دو بیٹے تھے قاآن الملک محمد سلطان خان شہید۔ یہ شاہزادہ بوجہ اپنے بے نظیر اوصاف کے باپ کو نہایت عزیز تھا فضیلتِ ہنر و دانش میں بے مثل تھا۔ اسکی مجلس ہمیشہ عُلما و فضلا سے آراستہ رہتی۔ امیر خسرو اور خواجہ حسن پانچ برس اسکے پاس مُلتان میں رہے۔ اسکی محفل میں شاہنامہ دیوان خاقانی و انوری خمسہ نظامی اور کلام امیر خسرو پڑھا جاتا تھا۔ اسکی شعر فہمی مسلّم تھی۔ کلامِ متقدمین میں سے بیس ہزار شعر کے قریب منتخب کر کے ایک بیاض مرتب کی تھی اور اُسکو اپنے قلم سے نہایت خوشخط لکھا تھا۔ اُس کی شہادت کے بعد سلطان نے وُہ بیاض امیر علی جامدار کو دیدی۔ سخن فہم اس کے اشعار سے محظوظ ہو کر اُنکو اپنی بیاضوں میں نقل کرتے تھے۔ حیف کہ یہ شاہزادہ مُغلوں کے معرکے میں باپ کی زندگی میں شہید ہو گیا۔ دوسرا بغراخاں تھا۔ عیش و عشرت کی جانب مائل تھا۔ ماہرانِ موسیقی قصہ خوان خوش طبع اور ظرفا کا اسکی سرکار میں مجمع رہتا۔ باپ نے طغرل کو مغلوب کر کے بنگالہ کا حاکم کر دیا تھا۔ اِس ملک سے اسکو اس قدر اُنس تھا کہ باپ نے خان شہید کے بعد ولیعہد بنا کر سلطنتِ دہلی دینی چاہی۔ مگر یہ لکھنوتی چلا گیا۔ سُلطان بلبن کے بعد اس کا (بغراخان) کا بیٹا معزالدین کیقباد تختِ دہلی پر بیٹھا۔ یہ بیٹے کے ماتحت رہکر بنگالہ پر حکومت کرتا رہا۔ ایک بار دہلی آکر بیٹے سے ملا تھا۔ اسی ملاقات کی یادگار قران السّعدین امیر خسرو ہے۔ دہلی میں سلطنت پر سلطنت بدلتی رہی لیکن یہ حاکمِ بنگالہ رہا۔ جو بادشاہ ہوتا اُس کی اطاعت سے خوش ہو کر حکومت بنگالہ بدستور اُسی کے نام چھوڑ دیتا ۱۲ (خلاصہ تاریخِ فرشتہ)۔

ن معظم کشلو خاں کے یہاں مہمان آیا۔ (یہ دونوں باہم چچازاد بھائی تھے) چند مصاحب و ندیم ساتھ تھے۔
لہ ندیموں کے شمس الدین دبیر اور قاضی اثیر بھی تھے۔ خانِ معظم کی مصاحبت میں صرف مَیں ہی تھا۔
طرف سے وہ سب کے سب چھیڑ چھاڑ کرتے تھے اُس طرف سے مَیں تنہا جواب دیتا تھا۔ تاہم سب کا قافیہ
تھا۔ مَیں نے لطائف و ظرائف سے اس قدر مجلس کو گرمایا کہ شاہزادہ بغراخاں نے فرطِ سرور میں
طبق پُرزر میرے سامنے رکھوا کر کہا کہ یہ آپ کے باورچیخانے کا خرچ ہے۔ ہمارے خاں (کشلو خاں)
زاج نہایت غیور تھا اس کو یہ امر شاق ہوا۔ مَیں نے ہر چند معذرت کی لیکن اس کا مزاج صاف نہ ہوا
یہاں تک بڑھا کہ میری صفائی کی فکر ہونے لگی۔ آخر مجھ کو کنارہ کش ہونا پڑا اور بے سر و سامانی
سامانے میں سامانِ امن نظر آیا اور مَیں وہیں چلا گیا (سامانے کا حاکم شاہزادہ بغراخاں تھا)
وں نے غائبانہ شاہزادہ سے میری اس قدر تعریف کی کہ وُہ سراپا شوق بنگیا۔ جب میں حاضر ہُوا
یم خاص مقرر کیا۔ میرا عروج روز بروز ترقی پذیر تھا کہ ناگاہ پرچم شاہی دار الملک دہلی سے لکھنوتی[1]
جانب رواں ہوا۔ (۶۷۸ھ) شاہزادہ خود عزم ہمرکابی کر رہا تھا کہ قاصدِ سلطانی پہنچا اور شاہزادہ
سپاہ لشکر شاہی میں آملا۔ بندہ ساتھ تھا۔ ایک سال تک قطعِ مسافت کرتا رہا تاہم منزلِ مقصود

طغرل ایک ترکی غلام سلطان غیاث الدین بلبن کی جانب سے حاکمِ بنگالہ تھا۔ ۶۷۸ھ میں یہ دیکھ کر کہ بادشاہ بوڑھا
یا ہے اور شاہزادے سرحد پنجاب پر مغلوں کے مقابلے میں مصروف ہیں آمادۂ بغاوت ہو گیا۔ سلطان نے اوّل
کو اُس کے مقابلے پر بھیجا جب اُن سے مہم سر نہ ہوئی تو خود مقابلے کو اُٹھا یہ حکم دیکر کشتیوں کی تعداد کثیر جمنا اور گنگا
تیار رہے۔ شکار کے بہانے سامانہ کی طرف گیا۔ وہاں سے بغراخاں کو مع لشکر خاص ہمراہ لیکر لکھنوتی کی جانب
ہوا۔ برسات کا موسم تھا اس لئے راستے میں ہرجہ ہوتا گیا۔ بادشاہ لکھنوتی پہنچا تو طغرل میدان چھوڑ کر آگے بڑھ
تھا۔ لشکر سلطانی بھی تعاقب میں بڑھا۔ غرض بہت سی سرگردانی کی بعد طغرل کا مقابلہ لشکر شاہی سے ہوا اور وُہ اسی
میں کام آیا۔ بعد فتح بادشاہ نے لکھنوتی کی حکومت اپنے بیٹے بغراخاں کو دیکر دار السلطنۃ کی جانب معاودت کی۔ یہ یاد
نا چاہیئے کہ اس مہم کے وقت سلطان کی عمر قریبًا بچھتر برس کی تھی۔

لکھنوتی بنگلے کا قدیم اسلامی دار السلطنۃ تھا۔ گور بھی اسی کو کہتے تھے۔ اکبر بادشاہ نے جنّت آباد لقب دیا۔ اب ویران پڑا ہے
ابھی اس کے کھنڈر اگلی عظمت کی نشانی ہیں۔ لارڈ کرزن کی جو شاہانہ توجہ قدیم آثار کے حال پر مبذول ہے اُس میں گور کو بھی حصہ ملا
ور اس کے کھنڈروں کی حفاظت اور تا امکان درستی کا اہتمام ہو رہا ہے۔ گنگا کے شرقی کنارے پر یہ نقشے میں ویرانۂ گور کا نشان دیا ہے۔

کا تپا نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ لکھنوتی سے ڈیڑھ سو کوس اُس طرف جا پہنچے پھر بھی گھوڑوں کی پُشت زیر
گراں بار رہی کیچڑ کا یہ عالم تھا کہ پرندہ اس میں گر پڑتا تو شہد کی مکھی کی طرح پھنس رہتا۔ قصہ د
عرصہ بیاں تنگ۔ خلاصہ یہ کہ طغرل کا قلع قمع ہو گیا اور شاہزادی کو حکومتِ لکھنوتی عطا ہو
شمس الدین دبیر اور قاضی اثیر نے چاہا کہ مَیں بھی شاہزادی کے دربار میں حاضر رہوں مگر میں ع
کی مفارقت سے گھبرا گیا تھا لشکر شاہی کے ہمراہ دہلی چلا آیا۔ انہیں مہینوں میں قاآن الم
(خان شہید) فاتح و منصور داخلِ دار السلطنت ہوا۔ میری سخنوری کی شہرت سُن چکا تھا
ندیمی کا خلعت بخشا اور ملتان کو ساتھ لے گیا۔ وہاں مُغلوں کا معرکہ پیش آیا اور شہزادہ کو شہا
نصیب ہوئی۔ مَیں بھی گرفتار ہو گیا تھا۔ مگر زندگی باقی تھی خُداوند تعالیٰ نے اُس[۵] بلا سے نج
دی۔ رہائی پاکر مَیں قبۃ الاسلام (دہلی) کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور والدہ کی قدمبوسی
شرف حاصل کیا۔ کچھ عرصہ تک مومن پور عُرف پٹیالی میں گنگا کنارے وقت خوشی سے گذرا۔ اُ
عرصے میں سلطان عادل غیاث الدین نے رحلت فرمائی (۶۸۵ھ) اور دولت معزی کا علم
ہوا بندے کی طلبی ہوئی۔ دربار میں ملک نظام الدین کا دَور دَورہ تھا۔ اور اس کے دل میں ا
سے مجھ خاکی کی جانب سی غبار تھا۔ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ضرر نہ پہنچائے اِس لئے کنارہ ک
کر کے حاتم خان کے زیر سایہ پناہ لی۔ امیر موصُوف نے اس قدر دولت مجھ کو عطا کی تھی کہ اگ
اُس کو خرچ نہ کر ڈالتا تو میری اولاد کی عمر بھی آبرو اور فراغت سے بسر ہو جاتی۔ تھوڑے ہ

---

۵ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ امیر خسرو کتنے روز اور کہاں مُغلوں کی قید میں رہے۔ فرشتہ نے بضمن معرکہ خان شہید یہ لکھا
امیر خسرو بھی (جو اس معرکے میں حاضر تھے) مُغلوں کے اسیر ہو گئے۔ اور پھر جس طرح دول رانی خضر خان میں درج
رہائی پاکر دہلی پہنچ گئے۔ مثنوی دول رانی خضر خان کا ایک نفیس نسخہ میرے پاس ہے۔ اُس میں (جہاں تک مَیں نے تلا
صرف یہ اشعار اس واقع کے متعلق ضمناً آگئے ہیں جن سے کوئی واقعہ مشخص نہیں ہوتا صرف صحرا نوردی ثابت ہو
۵ دریا میکہ ایں نفس بد آموز گرفتار مغل شد دور ز امروز بیاباں مے بریدیم ریگ بر ریگ۔
گرما سرم جوشید چوں دیگ من و با من چومن تشنہ سوارے رسیدیم اندرہ اندر جوئبارے
آگے لکھا ہے کہ مَیں نے تھوڑا سا پانی پیا مگر رفیقِ سفر اور اس کا گھوڑا دونوں زیادہ پانی پی گئے۔ اور فوراً

ندیمی میں گذرے تھے کہ نظام الدین[۱] جنت کو سدھارا (مجلس نظامی بوستان فردوسی جائے
یں دربار شاہی میں حاضر ہو کر خلعتِ ندیمی سے ممتاز ہوا۔ اور دولتِ تقرب سے مالامال
بندی کا زمانہ تھا اور رات دن عیش و عشرت کے چرچے تھے۔ آخر ساقیٔ زمانہ نے
نامرادی پلایا جس کے خمار نے آنکھ کھولنے کی مہلت نہ دی۔ اس کا قرۃ العین شمس الدین
یا اور شائستہ خان (جو آسمان فیروزی تھا) اس کا پُشت و پناہ بنا۔ بندہ خسرو کو
نہ خانی سے سربلندی ہوئی۔ آخر چترِ شاہی خود شائستہ خان کے سر پر آکر ٹھہرا اور وہ
خت نشین ہوا (سنہ ۶۸۸ھ) خداوند تعالیٰ اُسکے اقبال کو بلند رکھے۔ اگرچہ مَیں نے
ں ہی میں بسر کی اور شاہزادوں کا ہمنشین اور ہم زانو رہا مگر اَوج ناموری پر
ں تربیت و مرحمت سے پہنچا تمام بادشاہوں سے زیادہ ذی علم ہے۔ اور اگلے
ہوں میں کوئی اس کے مثل سخن فہم نہیں ہوا میرے کلام کی جو کچھ حقیقت ہو اُس کو
ے اور پوری قدردانی فرماتا ہے۔

یک موقع پر اپنے چار سخن سنج و سخن فہم دوستوں کا ذکر کیا ہے۔ مولانا شہاب الدین
ین۔ "برادر" تاج الدین زاہد۔ اور "برادرم" علاؤ الدین علی شاہ۔ آخر الذکر کی نسبت
ہ دوست موافق و منصف ہو۔ نہ میری طرفداری کرتا ہے اور نہ انصاف کی جانب
کا مرتبہ شاہانِ سخن میں مسلّم ہے۔ اور ایسا دوست ہو کہ اگر برادرانِ موافق اُس کو یوسف
ں کے بدلے میں بیچ ڈالیں تو بھی ٹوٹے میں رہیں گے۔

حسرت شروانی

---

۱ لکھا ہو کہ نظام الدین اس وقت مرا جب کہ معز الدین مفلوج ہو کر مرض موت میں مبتلا ہو چکا تھا۔ امیر خسرو
کہہ رہی ہے کہ بادشاہ کی صحت و تندرستی کے زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا ۱۲

زبانِ اُردو

مضمون مندرجہ ذیل جناب سی - ڈبلیو وہٹش صاحب بہادر (آئی - سی - ایس) کا عطیہ ہے - صاحب موصوف صوبجاتِ متحدہ کے نیکنام افسروں میں تھے اور زمانہ کلکٹری میں جس جس ضلع میں جانے کا اُنہیں اتفاق ہوا - وہیں اہلِ مُلک سے نہایت ہمدردی کا برتاؤ کیا اور اُن کی فلاح و بہبُود میں ساعی ہُوئے - شاہجہان پُور اور جونپور میں ان کی حکومت کی روش کو لوگ اب تک یاد کرتے ہیں اگر سب افسر اس طرز کے اور ان خیالات کے ہوں تو ہندوستانیوں اور انگریزوں میں جو مغائرت ہے وُہ دنوں میں دُور ہو جائے - مسٹر وہٹش صاحب ہمیشہ سے ہندوستانی زبان کے مطالعے کے شائق رہے ہیں اور اُن کا خیال ہے کہ یہ مطالعہ ہر انگریز افسر کا سب سے پہلا فرض ہے - اور اس کے بغیر کسی شخص کو ضلع کی حکومت سپُرد نہیں ہونی چاہیے - اب گو وُہ پنشن پا کر انگلستان میں مقیم ہیں - مگر ہندوستان کے معاملات سے اُن کو بدستور دلچسپی ہے - اُسی کا یہ نتیجہ ہے - کہ اُنہوں نے ہماری درخواست پر مخزن کی قلمی امداد منظور فرمائی اور یہ مضمون عنائت کیا اور اَور مضامین دینے کا وعدہ فرمایا - اُمید ہے کہ اُن کی نصیحت پر ہمارے اہلِ مُلک عام اس سے کہ وُہ کس مذہب و ملّت کے ہوں منصفانہ غور کرینگے - اور ایک وسیع اور پُر اثر قومی علمِ ادب کی بنیاد ڈالنے کے لئے متفقہ کوشش کرینگے :-

اگر کوئی مُلک ایک ہونا چاہے تو اس کی زبان ایک ہونی چاہیے - یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ زبانِ اُردو کُل ہندوستان کی زبان ہے - کیونکہ صُوبہ بمبئی میں گجراتی - کناری اور مرہٹی استعمال ہوتی ہیں صُوبہ مدراس میں تامل - تلوگو اور ملائم کا رواج ہے اور صوبہ بنگال میں بنگالی کا زور ہے - ان زبانوں کو کوئی کم نگاہی سے نہیں دیکھنا چاہتا - اور کم از کم مرہٹی اور بنگالی کی نسبت عام طور پر معلوم ہے کہ دونو عُمدہ زبانیں ہیں - تاہم جن اطراف میں یہ زبانیں مستعمل ہیں - وہاں بھی کچھ کچھ اردو لوگ جانتے ہیں اور

ی ہندوستان میں بالکل اُردو مروج ہے - پس اگر کوئی زبان ایسی تجویز ہوسکتی ہے - جو بالآخر کل
وستان میں پھیل جائے تو وُہ یہی ایک زبانِ اُردو ہے - کیونکہ ملک کے ہر حصے میں تھوڑی بہت
ی جاتی ہے - علما خوب واقف ہیں کہ آریہ لوگوں نے جس مُلک کو فتح کیا اس ملک میں اُنہوں نے
زبان کو رواج دیا - چنانچہ آریہ لوگ جب ہندوستان میں وارد ہوئے اور اصلی باشندوں
الب آئے تو انہوں نے سنسکرت زبان اس ملک کو دی - جس کے معنے پاکیزہ زبان ہیں -
لیم یافتہ لوگ جب اس زبان کو استعمال کرنے لگے تو اس سے ایک زبان پیدا ہوئی جسے
شا یا ہندی کہتے ہیں - بعدہٗ جب اہلِ اسلام کا زمانہ آیا - تو اُن کے اثر سے کچھ فارسی - عربی
اظ اس زبان میں داخل ہونے لگے اور اس مجموعے کا نام آخر اُردو رکھا گیا - اور جن اطراف
مسلمانوں کی حکومت زیادہ رہی - یعنی شمالی ہندوستان میں اُن میں یہی اردو رعایا کی زبان ہے
رجہ بالا حالات سے ثابت ہے - کہ یہ زبان جس کا ذکر ہے ایک مرکب زبان ہے - غالباً اکثر
وں کی یہی کیفیت ہے اور دُوسری زبان کے میل سے کوئی نمایاں نقص یا خرابی پیدا نہیں
- بلکہ ایک قسم کا فائدہ اور وسعت متصور ہے - بشرطیکہ الفاظ ایسے طریق سے داخل ہوں کہ
و زبان بن جائیں - اور غیر جنس نہ معلوم ہوں - مطلب یہ ہے کہ جب پہلے کسی مُلک کی
بنتی ہے - تو اُس زمانے میں اس مُلک کے لوگ باہر سفر نہیں کرتے یا کم کرتے ہیں - اور اُن
خیالات اپنے ملک کی حدود کے اندر ہی محدود رہتے ہیں - مگر جب باہر جانے لگتے ہیں اور
رے مُلکوں کے حالات کو دیکھتے ہیں - تو خیالات اور پیدا ہونے اور بڑھنے لگتے ہیں - جن کے
سطے زبان میں الفاظ موجود نہیں ہوتے - ان جدید خیالات کے ظاہر کرنے کے واسطے
دوسری زبان سے الفاظ مستعار لیتے ہیں تو یہ کوئی خرابی کی بات نہیں - بلکہ زبان کی قوت
ترقی ہوتی ہے - اُردو کی موجودہ حالت کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران اور عرب کے
خیالات ظاہر کرنے کی طاقت تو اُس میں ہو - مگر ایشیا سے باہر کی دُنیا کے خیالات اور علوم کے
کرنے کی کافی استعداد اُس میں نہیں - اب ایک مُدت سے اُردو کے بولنے والوں کو انگریزوں

سے معاملہ پڑا ہے۔ علوم جدید اور مشاغل جدید کا چرچا شروع ہے۔ اِن کی بابت لکھنے یا بولنے کے لئے اُردو کے بولنے والے عموماً انگریزی الفاظ بجنسہٖ لیکر اُردو میں ملا دیتے ہیں۔ اِس میں شک نہیں کہ بعض اصطلاحی الفاظ لینے پر ہم مجبور ہیں۔ تاہم اُن کے لینے میں بھی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اُن کو مناسب وضع اور لباس میں لیا جائے۔ تاکہ اُن کی اجنبیّت جاتی رہے۔ اور بے ضرورت انگریزی الفاظ داخل کرنے سے تو بہر صورت پرہیز چاہیئے۔ میرے خیال میں اہل زبان کو سب سے پہلے یہ اچھی طرح دیکھنا چاہیئے کہ آیا اُن کی زبان میں کوئی ایسا لفظ موجود ہے یا نہیں جس سے وُہ خیال ظاہر ہو سکے جس کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اکثر لوگ محض غفلت یا سہل انگاری سے دُوسری زبان کے الفاظ ملا دیتے ہیں۔ اس کے بعد یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا اُن زبانوں میں جو قدرتی جُزو اس زبان کا بنی ہُوئی ہیں۔ ایسا لفظ موجود ہے یا نہیں۔ جس سے مطلب خیال کا اظہار ہو۔ اگر اُن میں ہے تو وُہ مقدم ہے۔ مثلاً اُردو کے لئے سنسکرت۔ عربی اور فارسی کے خزانوں میں ڈھونڈنا چاہیئے کہ مناسب الفاظ میسّر ہیں یا نہیں۔ اگر ان میں تلاش کرنے پر بھی مطلب نہ نکلے تو کسی دُوسری زبان سے لینے میں مضائقہ نہیں۔ مگر حتی الامکان یہ استثنا صرف اصطلاحی الفاظ کے لئے رکھنی چاہیئے اور عام نہیں کرنی چاہیئے۔

بعض ملکوں میں مدارس ایسے ہوتے ہیں۔ جن کا خاص کام زبان کی عمدگی کو دیکھنا ہے۔ مثلاً فرانس میں اکاڈمی ہے۔ اور اکثر مصنّف ایسے الفاظ یا محاورات کی بابت جن میں انکو کچھ شُبہہ ہو اکاڈمی کے عُلما سے رائے طلب کر لیتے ہیں اور اگر انہیں استعمال کریں تو حاشیے پر ایزاد کر دیتے ہیں کہ اکاڈمی سے اس کی سند ملی ہے۔ کیا اچھی بات ہوتی اگر اس قسم کی کوئی مجلس زبان کے جاننے والوں کی ہندوستان میں بھی قائم ہوتی۔ جو زبان کی صفائی اور پاکیزگی کی حفاظت کا کام اپنے ذمّے لیتی اور ساتھ ہی اُس کی ترقی اور توسیع کا بھی خیال کرتی۔ اُمید کہ انجمن ترقی اُردو اس فرض کے ادا کرنے کے انتظام کی طرف بھی متوجّہ ہوگی۔ اگر کسی کو اس ضرورت کا پُوری طرح احساس نہ ہو تو اکثر اُردو اخبارات اور رسالوں پر نظر ڈالنا کافی ہوگا۔

ہ آسانی سے دیکھ سکیگا کہ کس کثرت سے انگریزی الفاظ کی بھرمار اُن میں ہوتی ہے اور پڑھنے
لے کو یہ کہنا مشکل ہو جاتا ہے کہ جس زبان میں اخبار لکھا ہوا ہے وہ اردو ہے یا انگریزی۔ اِس
ابی کا علاج ایک حد تک ایڈیٹر صاحبان کے ہاتھ ہے۔ اگر وہ اِس طرح کھچڑی زبان میں لکھے ہوئے
ضامین کو لینے سے انکار کر دیا کریں یا لکھنے والوں کے پاس یہ درخواست بھیجدیا کریں کہ وہ صفائی
زبان کا زیادہ خیال رکھکر درست کر دیں اور پھر بھیجدیں۔ تو بہت سا فائدہ ہو سکتا ہے۔
ھوڑی سی توجہ سے عموماً دیسی الفاظ مِل سکتے ہیں۔ اور قیاس میں نہیں آتا کہ اپنی تین زبانوں
ی موجودگی میں ہندوستان والوں کو انگریزی سے اس کثرت کے ساتھ مدد لینے کی ضرورت
ہو۔ اگر واقع میں اپنی تینوں زبانوں سے لفظ مناسب نہ ملے تو انجمن کا کام ہوگا کہ کوئی نیا لفظ گھڑی
جو زبان میں بخوبی کھپ جائے۔ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ یہ سب ضروری اصطلاحات اور باریکی ہائے
معنی کے لئے اُردو میں الفاظ اور محاورات موجود ہو جائیں۔ یہ کام خاص حصہ تو محقق علما کا ہی ہے
گر دوسرے لوگ بھی جو زبان کو بولتے ہیں خواہ بڑے عالم نہ بھی ہوں۔ اس کام میں معقول مدد دے
سکتے ہیں۔ اور خود اپنی بولی میں صفائی اور پاکیزگی کی کوشش کر کے بیجا ملاوٹ کے دن بدن بڑھتے
ہوئے شوق کو روکنے میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر لوگ اس کام کی اہمیت کو سمجھ جاویں اور یہ جان
لیں۔ کہ ایک عمدہ اور مکمل زبان کا مالک ہونا ملک کی عزت اور بہبودی کا باعث ہوگا اور اس
میں نقص پیدا کرنے یا اُس کی خرابی کا علاج نہ کرنے سے ملک کے اغراض کو نقصان پہنچ جائیگا
تو پھر انہیں احتیاط سے کام لینا اور خود اپنی زبان کے وسائل کو بڑھانا کچھ دشوار نظر نہ آئے گا
زبان کے اتحاد اور اُس کی پاکیزگی کے لئے اہلِ ہند کی متفقہ کوشش کی ضرورت محض خیالی ضرورت
نہیں ہے۔ بلکہ اِس میں اتحادِ ملک کا راز چھپا ہوا ہے اور اسی سے اُمید کی جا سکتی ہے۔ کہ ملک میں
ملکی ہمدردی اور قومیت کا خیال اپنا ظہور دکھائے۔

زبان کی عمدگی سے چند اور فائدے بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ لوگوں کو باہمی گفتگو
میں زیادہ مزا آنے لگیگا۔ اور ایک دوسرے کے دلی خیالات اور جذبات سے زیادہ مستفید ہونگے

دُوسرے اچھے اچھے عالم اس زبان میں کتابیں تصنیف کرنے اور اسے اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنانے پر آمادہ ہو جاوینگے اور ایسا علمِ ادب پیدا کرینگے کہ جس کی تعریف مُلک کے باہر پھیلنے لگے گی اور وُہ وُہ جوہر قابل نکلینگے جن کو دُنیا مانے ۔ جیسے سعدی کا نام ایران تک محدود نہیں اور دنیا بھر میں عزت سے لیا جاتا ہے یا جیسے رامائن اور مہابھارت ہندوستان ہی کے لوگوں کے دلوں میں گھر کیے ہوئے نہیں - بلکہ یورپ میں بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں - اِسی طرح پھر مشرقی قلم ایسی چیزیں لکھینگے جن پر مشرق ناز کر سکے - تیسرے جب حکّامِ وقت اور دیگر انگریز جو عہدہ دار ہیں - مگر ہندوستان میں کام کاج کرتے ہیں - اس کی عمدگی کو دیکھینگے تو وُہ اس کے سیکھنے کی طرف اب سے زیادہ مائل ہونگے اور اس ذریعے سے اُن میں اور اہلِ مُلک میں راہ و رسم زیادہ بڑھے گی اور ایک دُوسرے کو بہتر سمجھنے لگیں گے - اس میں شک نہیں کہ اُردو اب بھی ایک اچھی زبان ہے - اور اس قابل ہے کہ انگریز صاحبان اس کا شوق سے مُطالعہ کریں - میرے نزدیک یہ اُن کا سب سے بڑا فرض ہے - گو افسوس ہے کہ اس سے اکثر غفلت کی جاتی ہے - یہ زبان تبادلۂ خیالات کا نہایت عمدہ ذریعہ ہے اور مزید کوشش سے اس سے بہتر ہو سکتی ہے ×

سی - ڈبلیو - وِہش (از لندن)

بڑی جنتری :- منشی رحمت اللہ صاحب عبدالک نامی پریس کانپور کی بڑی جنتری بابت سنہ ۱۹۰۵ء ہمارے پاس بغرض ریویو موصول ہوئی ہے - اس بے نظیر جنتری کی ہر چیز قابل تعریف ہے - اس کی سطلالوح نہایت خوشنما لکھائی چھپائی بنہایت پسندیدہ کاغذ ولائتی (آیوری فنش) اسکی رنگین تصاویر نہایت دلکش - واقفیت عامہ کے مضامین بہت مفید - غرض کہ ظاہری خوبیوں کے علاوہ معنوی محاسن سے بھی آراستہ ہے - یہ جنتری مؤلف یا ہر بڑے تاجرِ کتب سے مل سکتی ہے + قیمت ۸ عہ

نفس کی قوّتیں

زمانہ حال کی تحقیقات ڈنکے کی چوٹ کہہ رہی ہے کہ نفس کی کیفیتیں بھی بجائے خود چیزیں
...ں۔ قوتیں ہیں۔ جان بخش و جانکاہ قوتیں ہیں۔ جن سے بڑھ کر اس عالم اسباب میں اور کوئی
...ت نہیں ہے۔

ہمارا ہر ایک خیال ایک معیّن شکل رکھتا ہے۔ ایک وجود رکھتا ہے جسے اُسکی جان
...نی چاہئے۔ اِس میں ایک مخصوص طاقت اور قابلیت ہے جس کی کیفیت اور کمیت
...شخص کی حالت اور طرزِ زندگی پر موقوف ہے۔ جس کے دماغ میں اُس نے جنم لیا ہے۔
یہ سمجھنا کہ خیال کی ہستی نہیں۔ یہ بے قیام و بے ثبات ہے۔ نقش بر آب ہے۔ ہوا
...بلبلا ہے کہ خبر ہی نہیں کہاں اُٹھا اور کہاں بیٹھا۔ غلط ہے۔ اس کی ہستی پایدار
...ہے۔ پیدا ہوتے ہی اُس کی صُورت معیّن ہوتی ہے۔ اُسی وقت اپنی طاقت اور قابلیت
...ساتھ لیکر نکلتا ہے۔ جو شخص ملتا ہے۔ جس کی زندگی سے ٹکرا ہوتا ہے۔ اسی پر اپنا
...نا اثر ڈالتا ہے۔ اسی پر منتر مارتا ہے۔

علم النفس کے محقق تجربے اور مشاہدے کی رو سے آپ جانتے ہیں اور دُوسروں پر
...ت کر رہے ہیں۔ کہ رُوح کا تعلق جسم کے ساتھ کیا اور کتنا ہے اور وُہ بدن پر کیسی
...کومت کرتی ہے۔ اُنہوں نے معلوم کر لیا ہے کہ ہر ایک خیال۔ ہر ایک جذبہ اپنا اپنا
...دا خواص رکھتا ہے۔ اور اِنہی خواص کے موافق ہر ایک کی تاثیر اور تحریک ہے۔ اس
...پر خیالات اور جذبات کی فریق بندی بڑی صحت کے ساتھ کی گئی ہے۔ اوّل ہی انکے
...و بڑے فریق ہیں۔ ایک ادنیٰ۔ ایک اعلیٰ۔

فریق ادنیٰ میں بُغض۔ عداوت۔ حسد۔ کینہ۔ غضب۔ شہوت شامل ہیں۔ جب ان

میں سے کوئی کیفیت غلبہ پاتی ہے بدن میں آگ لگ اُٹھتی ہے۔ ایک قسم کا زہر گھل جاتا ہے۔ گویا کسی نے تیزاب پلا دیا ہے۔ جو اندر ہی اندر بدن کو کھائے جاتا ہے اور تمام اخلاط و طُوبات کو زہر آلودہ کر کے دشمنِ جان بنا دیتا ہے۔ غصّے کی کیفیت کون نہیں جانتا۔ ایک لمحے کا غیظ و غضب سینے میں طُوفان بپا کر دیتا ہے۔ تمام اخلاط و طُوبات کو تلخ و ترش کر دیتا ہے۔ اور ان ممدات صحت کو مضرات و سمیات کے زمرے میں داخل کر دیتا ہے۔ بھلا جب دو چار منٹ کے غُصّے کا یہ حال ہے تو گھڑی دو گھڑی۔ دو چار پہر۔ ایک دو روز کے غصّے کا تو خُدا ہی حافظ ہے۔ متواتر غصّے سے کیونکر صحت میں فرق نہ آئیگا؟ اس سے تو وُہ وُہ مرض پیدا ہونگے۔ جن کی دوا لُقمان کے ہاں بھی نہیں ملتی۔ اور ایک مرض کیا۔ اکثر مرض نفس کی حرکات قبیحہ اور جذبات رذیلہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ پہلے اندر ہی اندر طبیعت میں مرض گھر کر لیتا ہے۔ تب کہیں بدی جسم میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ زندگی کے سوتے اندر سے باہر کی طرف رواں ہوتے ہیں۔ جتنا دُکھ درد ہے باہر سے آکر ہمارے اندر داخل نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی جڑ ہمارے نفس میں پھُوٹتی ہے۔ زاں بعد اس کے برگ و شاخ جسم میں نمودار ہوتے ہیں۔ خوف۔ حسد۔ بُغض۔ کینہ۔ شہوت۔ غضب۔ سب بیماری کا گھر ہیں۔ ان میں سے ایک بھی تو ایسا نہیں کہ زہر کی خاصیت نہ رکھتا ہو۔ اور طرح طرح کے مخصوص مرض پیدا نہ کرتا ہو۔

فریق اعلیٰ میں حلم۔ عفو۔ اُمید۔ محبت۔ تواضع۔ تلطف۔ خوش مزاجی داخل ہیں۔ یہ وُہ چیزیں ہیں جن کی بدولت بدن میں عمل صالح شروع ہوتے ہیں۔ جن سے ہاتھ پاؤں کھُلتے ہیں۔ سینہ فراخ ہوتا ہے۔ بصارت میں نُور آتا ہے۔ زبان میں اثر ہوتا ہے۔ طبیعت ہشاش اور بشاش رہتی ہے۔ ان کے نام ہی کہے دیتے ہیں کہ یہ انسان کے اصلی اور ازلی یار و مددگار ہیں۔ قانون صحت کے یہی اصُول ہیں۔ سلامتی کے ربط کے لئے یہی تار ہیں۔ خوش باشی اور خوش گذرانی کی معجون کے یہی اجزا ہیں۔ ہر ایک جُز اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ مجموعے کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ جس کے خون میں یہ اجزا سرایت کرینگے۔ اس کا بدن

کونسی بیماری کا مادہ پیدا ہو سکتا ہے؟ بالفرض کسی طرح کوئی مرض لاحق بھی ہو جائے
ن کے سامنے وہ کب ٹھہر رہ سکتا ہو؟ یہ وہ نسخہ ہے کہ کایا پلٹ دے۔ حواس
زگی اور طاقت بخشے۔ دماغ آسمان سے باتیں کرے۔ ہر رگ و ریشہ جملہ اقسام
ض سے پاک ہو۔ ایڑی سے چوٹی تک صحت کامل اور طاقت وافر کا نمونہ بنے۔ اور
رخال میں ایک نورانی جمال مثل فرشتوں کے نمودار ہو۔

جیارام

جو چار تصویریں اس دفعہ ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں یہ چاروں تصویریں خاص دلچسپی رکھتی ہیں۔
ہوی سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی بی۔اے کی نام اور کلام سے ناظرین مخزن اچھی طرح
اہیں۔ آپ اُن ذی استعداد اور قابل اہل قلم میں سے ہیں جن کی نسبت مخزن کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے ایڈیٹر
ے سے پہلے مخزن کے صفحات کو اپنے مضامین سے بحیثیت مضمون نگار زینت دی ہے۔
ی سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی نثر نگاری میں بلند پایہ ہیں ان کی زبان ٹکسالی ہے
انکی نثر میں ظرافت اور متانت کی عجب آمیزش ہوتی ہے۔ مضامین اکثر پُر معنی اور ساتھ ہی دلچسپ لکھتے ہیں۔
ی نادر علی خان صاحب نادر کاکوروی کے نتیجہ خیز مضامین سے ناظرین مخزن بارہا مستفید
ہے ہیں۔ انکی نظم نئے انداز کا ایک اچھوتا نمونہ ہوتا ہے۔ اور خاص قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ مضامین اکثر نیچرل
ر طرز بیان ہمیشہ نیچرل۔
ید اظہر علی صاحب کا نام شیکسپیئر کے ترجمے کی وجہ سے خاص عزت کا مستحق ہے۔ "مڈسمر نائٹس ڈریم"
صنفہ ملک الشعرا شیکسپیئر کا ترجمہ موسوم بہ جام الفت چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور اشاعت سے پہلے
س کے نمونے ان صفحات میں چھپے تھے۔

آبی جدولیں

(میرے روزنامچے کا ایک ورق)

(۹- مارچ ۱۸۸۸ء) شب کو خوب جی بھر کر سویا۔ سُستی اور تھکن میں نیند زیادہ آتی ہے۔ صبح پہر دِن چڑھا کر اُٹھا۔ نمازِ صبح آج پھر نصیبِ دشمناں ہوگئی۔ مَیں ابھی حوائجِ ضروری سے فارغ نہ ہونے پایا تھا کہ "پکلس" جہاز کے انگریزی خانساماں نے مجھ سے آکر انگریزی زبان میں کہا کہ "صاحب۔ آپ میٹھا پانی دیکھا چاہتے ہیں۔ مَیں نے کہا۔ ہاں۔ مَیں فوراً اشتیاق میں اپنے کمرے سے باہر نکلا۔ پانچ منٹ نہ گذرے ہونگے کہ دُور سے پانی کی دو تحریریں دکھائی دیں۔ ایک نیلی۔ ایک سفید۔ یہ دونوں پانی کی جدولیں علیحدہ علیحدہ رواں تھیں۔ یہ آبی ہو یا نہ ہو اُس وقت آنکھوں کو بہت بھلا معلوم ہُوا۔ یہاں سے سمندر کا کھارا پانی ختم ہوتا ہے اور دجلہ اور فرات کا شیریں پانی شروع ہوتا ہے۔ اور اِسی مقام سے سمندر کی طوفان خیزی اور اُس کی خوفناک مَوجوں کے طنطنے رخصت ہوتے ہیں۔ اس وقت لوگوں کا جُھرمٹ ہے اور پانی کے ملاپ کو بڑے ارمان سے دیکھ رہے ہیں۔ کوئی اپنے لوٹے سے جلدی جلدی بھر رہا ہے اور چکھ رہا ہے۔ کوئی چُلّو لگا کر پی رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ بھئی ذرا ساہمیں بھی دینا مگر ابھی اس کی شیرینی اچھی طرح معلوم نہیں ہوتی۔ مَیں عرشہ پر چلا گیا اور دُوربین لگا کر بڑی دیر تک پانی کی تحریروں کو دیکھتا رہا۔ اب دُور سے پانی میں سُرخ لکیریں بھی معلوم ہونے لگیں۔ شاعر یا نیچرل فینا مینا کا نظارہ اپنے زورِ قلم یا رنگ آمیزیٔ بیان سے اُس کی کیفیت لفظوں میں نہیں ادا کر سکتا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پانی پر دھنک نکل آئی ہے پیارے رنگ سُرخ۔ سبز عجب بہار دے رہے تھے۔ اب غموں کی طغیانی دُور ہوئی۔ دلوں میں اطمینان آگیا۔ طبیعت نے آرام پایا کہ طوفان کی بلا اور ہولناک سمندر کے پانی سے خدا خدا کر کے نجات ملی۔ مگر یہ خیال بالکل ہی طفلانہ تھا۔ ہمارے ڈوب مرنے کے لئے چُلّو بھر پانی کافی

ے۔ خدائی قوت سے کون خبردار ہے۔ جب تنور سے پانی اُبلا تھا اور اُس نے دُنیا کو غرق کر دیا
تو پھر یہ تو سمندر رہا۔ اب میں اپنے کمرے میں چلا آیا کہ اتنے میں چودہری کاظم حسین خاں صاحب
تحصیلدار اوده تشریف لائے اور کہنے لگے۔ بھئی۔ بیٹھے کیا ہو۔ اب تو دونوں جانب برابر زمین
سبزہ دکھائی دیتا ہے۔ میں نے کہا۔ آپ یوں ہی کہتے ہیں۔ کہنے لگے۔ تمہارے سر کی قسم
سچ کہتا ہوں۔ اب جو میں نے اپنے دریچے سے گردن نکال کر دیکھا تو سمندر سمٹ کر ایک
کی صورت میں ہو گیا ہے۔ اس کے دونوں جانب کھجور کے بیشمار درخت کوسوں تک چلے
گئے ہیں اور ہوا سے جھوم رہے ہیں۔ ایک طرف رُوم کی اور دوسری طرف ایران کی عملداری
ہے۔ میں پھر اپنے کمرے سے باہر آیا اور عرشے پر چلا گیا۔ بارہ بجے مجھ سے کپتان صاحب نے
کہا کہ دیکھو وُہ فاؤ نظر آتا ہے اور دُوربین سے مجھے وہاں کا تار گھر دکھایا۔ یہ بھی ایک اسٹیشن
ہے جہاں جہاز لنگر کرتا ہے۔ اب جُوں جُوں جہاز نزدیک ہوتا گیا تمام سبزہ زار اور زمین
نظر آنے لگی۔ کپتان صاحب نے کہا کہ آج شام تک جہاز محمرہ پہنچ جائیگا۔ اور شب کو انشاءاللہ
محمرہ داخل ہوگا۔ اُن کے "انشاءاللہ" کہنے میں بڑا لطف ملتا ہے۔ فارسی یہ خوب بولتے
ہیں اور عربی زبان کُر مُر جانتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں دیکھتا کیا ہوں کہ چند خلاصی ایک توپ
کھینچے لئے آتے ہیں۔ میں نے کپتان صاحب سے پُوچھا کہ یہ کیا ہوگی۔ کہنے لگے کہ شیخ محمرہ
کی سلامی بخیر کیجائیگی۔ قاعدہ ہے کہ جو جہاز اس طرف آتا ہے۔ خواہ وُہ سرکاری ہو یا غیر سرکاری
سلامی ضرور فیر کرتا ہے اور یہ اعزاز شیخ کو گورنمنٹ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ چار نہیں بجے
ہونگے کہ سواد محمرہ دُور سے دکھائی دیا۔ میں نے دُوربین سے محمرہ کے اُجڑے مکانات
دیکھے۔ وحشی لوگ بالاخانوں پر کھڑے تھے۔ دُوربین سے اُن کے قد اور سر بڑے معلوم
ہوتے تھے۔ اتنی دیر میں توپ تیار ہو چکی تھی۔ گول انداز کو صرف حکم کی دیر تھی۔ شام کے
قریب ہمارا جہاز فیلیہ کے نزدیک پہنچا۔ یہیں شیخ محمرہ رہتے ہیں۔ سمندر کے کنارے
ایک عمارت قدیم طرز کی بنی ہوئی ہے۔ اُس پر پھریرہ اُڑ رہا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی

سردار کا مکان ہے - بالا خانے پر لوگ کھڑے تھے - ہمارے جہاز کا تماشہ دیکھ رہے تھے - سمندر کے کنارے ایک جہاز بھی بدنما قطع کا اپنی منحوس شان دکھا رہا تھا - ایک دُخانی کشتی بھی اُس کے پہلو میں تھی - جُوں ہی ہمارا جہاز فیلیہ کے سامنے آیا کہ کپتان نے فیر کا حکم دیا - ساتھ ہی اُس کے اُدھر بھی دَن سے فیر ہُوئی - اُس وقت کی کیفیت کسی قدر دلچسپ تھی - شام ہونے آئی تھی آفتاب کا رنگ بالکل مَیلا ہو چکا تھا - اور پانی میں دُوب چلا تھا - سمندر کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہَوا دلوں میں تازگی پہنچا رہی تھی - شفق بھی پھولی تھی - پانی بھی ٹھہرا ہُوا تھا - سفید سفید جانور پروں کو پھیلائے پانی سے کچھ اُونچے ہَوا میں اُڑ رہے تھے - زمین کے کنارے عرب صحرائی کھڑے تھے اور تماشہ دیکھ رہے تھے - ہمارے جہاز کے اکثر لوگ عرشے پر تھے - زندہ دِل کپتان مذاق کی باتوں کے ساتھ اپنی ٹوپی اُتار کر ڈوبتے سُورج کو سلام کرتا جاتا تھا - فیلیہ سے ابھی جہاز شاید سو سوا سو گز دُور نکل گیا ہوگا کہ شیخ محمرہ ایک بوٹ پر سوار دکھائی دیئے - اُن کی کشتی سے ایک اَور کشتی بندھی ہُوئی تھی اور ایک دُخانی بوٹ دونوں کو کھینچ رہا تھا - شام کا وقت تھا تفریح کو نکلے تھے - ایک خوبصورت اور سجیلے جوان معلوم ہوتے تھے - سر پر ترکی ٹوپی تھی جس کے چاروں طرف سفید کپڑا لپٹا ہُوا تھا - فراک کوٹ زیبِ تن تھا - جُوں ہی انکا بوٹ ہمارے جہاز کے مقابل آیا اُنہوں نے دُوربین سے ہم لوگوں کی طرف نگاہ کی -

میرے دوست مسٹر خورشید جی نے مجھے اپنی دوربین عنایت کی - مَیں نے اُس کے ذریعے سے اُن کے قد و قامت - اُن کے خط و خال اور اُن کی صُورت کی اچھی طرح زیارت کی - ظاہر صُورت سے تہذیب کے ساتھ مزاج میں شوخی بھی پائی جاتی تھی - لبوں پر مُسکراہٹ تھی - وُہ ہم لوگوں کو دیکھتے ہی رہ گئے کہ ہمارا جہاز آگے نکل گیا - شیخ نہایت مہذب آدمی ہیں ولایت سے بھی ہو آئے ہیں اور مشرقی طرزِ روش اور حُسن معاشرت کو بہت پسند کرتے ہیں - مجھے مسٹر مول جہاز کے کپتان سے معلوم ہُوا کہ شاہ ایران نے فیلیہ پر قبضہ چاہا تھا - تاراجی کے لئے فوج بھیجی تھی اور شیخ کے قلع قمع کا حکم دیا تھا - مگر شیخ نے ایک لاکھ روپیہ دیکر اپنی حکومت

قرار رکھی - شاہ کی ایسی تعدّیاں اچھّی نہیں !

اب بالکل شام ہوگئی اور مَیں عرشے سے نماز کے لئے اُتر آیا - پھر تفریح طبع کے خیال سے نماز کے بعد عرشے پر چلا گیا - اس وقت شب کا نورانی خادم اپنی صاف اور شفاف روشنی ظاہر کر چکا تھا - مَیں خیال کرنے لگا کہ چاند سُورج ہر جگہ میں - وطن میں بھی اور غربت میں بھی - انہیں دونو جگہ کا لُطف میسّر ہے - مَیں وطن سے دُور اور غربت سے آشنا - بھلا مجھے یہ نکھری چاندنی اور پانی کی زرنگار چادر کیا بھلی معلوم ہوگی - مَیں عرشے ہی پر تھا - اور سمندر کی ہوا کھا رہا تھا کہ آٹھ بجے بصرہ کی روشنی دُور سے دکھائی دی - اس وقت جہاز پر شور مچ گیا - سب لوگ روشنی دیکھنے اُمنڈ آئے - بڑی چہل پہل اور خوشیاں ہونے لگیں - کلیجہ فرطِ مسرت سے ہاتھوں اُچھلنے لگا - کپتان صاحب نے قرنطینہ کی زرد جھنڈی چڑھوا دی - اتنے میں جہاز بصرہ کے قریب آگیا اور ساحل سے دُور ایستادہ ہوا جہاں قرنطینہ کی حد معین تھی - بصرہ کی کوٹھیوں کی جگمگاہٹ اور جہازوں کی روشنی اب صاف دکھائی دینے لگی - حریص آنکھیں پہروں یہ عرشہ دیکھتی رہیں - اس کے بعد مَیں اپنے کمرے میں آیا اور اپنے دوست مسٹر خورشید جی سے مفارقت کی باتیں کر کے ہم آغوشِ خواب ہوا -

علی سجّاد (دہلوی عظیم آبادی)

اشکوں کا وجود جذب کامل سے ہے — اور ان سے تمیز حق کی باطل سے ہے
ان میں وہ صدق ہے کہ جسکا اظہار — آنکھوں سے ہے زباں سے ہے دل سے ہے

اچھا ہے ہندو مُسلماں کا بگاڑ — آپس ہی میں انکی مار کُوٹ اچھی ہے
میووں کا ذکر تھا کہ اک بیگانہ — بول اُٹھا کہ اُس مُلک میں چھوٹ اچھی ہے

نادر

فریبِ محبّت

جرمنی میں کوئی امیر تھا۔ اُس کے پاس اولاد میں اولاد صرف ایک بیٹی تھی مگر کیسی بیٹی؟ جرمنی بھر میں حسن میں لاثانی تعلیم و تربیت میں بے عدیل و بے نظیر۔ بیاہ شادی کے دن آئے تو ماں باپ نے ایک امیرزادے سے نسبت ٹھہرائی۔ قصّہ مختصر ازدواج کی تاریخ مقرر ہوئی۔ شبِ ازدواج سے کئی دن پہلے محل میں طرح طرح کی تیاریاں ہونے لگیں۔ شبِ ازدواج کو وُہ چہل پہل تھی کہ اَلعَظَمَۃُ لِلّٰہِ۔ خالائیں اور پھوپھیاں ہیں کہ برابر دولہن کے گرد ہجوم کر رہی ہیں۔ کوئی پوشاک سنوارتی ہے کوئی بال بناتی ہے کوئی کہتی ہے دولہا کا استقبال یُوں کرنا کوئی کہتی ہے دُولہا سے گفتگو اس طرح کرنا اور اُس کے سامنے اس طرح چلنا پھرنا غرض طرح طرح سے سمجھاتی تھیں۔ دولہن کی یہ کیفیت کہ ایک رنگ چہرے پر آتا تھا ایک جاتا تھا سینہ سانس کے ساتھ اُوپر نیچے ہوتا ہوا دکھائی دیتا تھا اور آنکھوں کی طرف دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی خیالی گلزار سراپا بہار کی دید میں مصروف ہیں۔ اُس رات کونسی دُنیا کی نعمت تھی جو باورچیخانے میں تیار نہ ہُوئی۔ الغرض مہمان آنے شروع ہُوئے تا اینکہ مکان کا مکان زن و مرد سے بھر گیا۔ اب منتظر بیٹھے ہیں کہ دولہا کب آئے۔ ایک گھنٹہ گذرا دُوسرا گذرا دولہا کا کہیں پتا نہیں۔ اُدھر کی سُنیئے نوجوان دولہا ساز و سامان اور طمطراق کے ساتھ براتیوں کے ساتھ ہنستا بولتا چلا آتا تھا کہ ایک گھنے پُرخطر جنگل میں اُس کا گذر ہوا تھوڑی ہی دُور چلے تھے کہ یکایک قزاقوں کے ایک گروہ نے آگھیرا۔ لڑائی بھڑائی ہُوئی بہتیرے زخمی ہُوئے بہت سے جان سے گئے۔ یکایک امیرزادے کے ہمراہیوں کا ایک جتھا جو پیچھے رہ گیا تھا حُسنِ اتفاق سے کمک کو آپہنچا۔ انہیں دیکھتے ہی قزاقوں کے چھکے چھوٹے سراسیمہ ہو کر بھاگے۔ افسوس اس اُثنا میں امیرزادہ زخمی ہوا اور سخت زخمی ہوا

اٹھا کر واپس شہر کو لے گئے علاج ہونے لگا مگر امیر زادہ بیچارہ نہ اچھا ہونا تھا نہ ہوا
ے دم اُس نے اپنے ایک دوست کو بُلایا اور سمجھایا کہ دولہن کے ہاں جا کر میرا پیام دینا
اری سرگذشت بیان کرنا - یہ کہکر وُہ تو عالمِ بقا کو سدہارا اِدھر اُس امیرزادے نے
متوفی نے اپنا پیغامبر بنایا تھا سفر کی تیاری شروع کی - سُو ر اتفاق جہاں اُسے
م لیکر جانا تھا وہاں کے لوگ اُس کے اور اُس کے خاندان کے دشمن جانی - کیونکہ پیغام
ے اور پیغام بھی رنج کا - آخر امیرزادی کے حسنِ خداداد کے شوقِ دید نے بیتاب
ور چل ہی نکلا - اُدھر کی سُنیئے رات بہت آئی مگر داماد ندارد - آخر یہ ہُوا کہ امیر نے
کھانے کا اشارہ کیا اور سب مہمانوں نے کھانا شروع کر دیا - ابھی کھانا کھا ہی رہے
کہ باہر سے بگل کی آواز آئی - امیر اُٹھ کر دروازے کی طرف چلا کہ داماد کا استقبال کرے
نے داماد کھڑا تھا - بلند بالا کڑیل جوان سبزے گھوڑے پر سوار - چہرہ اگرچہ خوبصورت
ر رنج کے آثار صاف ظاہر تھے - امیر کو یہ بات واقعی ناگوار ہُوئی کہ اُس کا داماد بلا لباس
ی زیبِ تن کئے اِس طرح سے سنڈ مُسٹنڈا کھڑا ہوا مگر فوراً ہی کچھ سوچ کر اُس نے اپنی
ی کر لی -

اجنبی نے امیر سے خطاب کر کے کہا جناب والا مجھے افسوس ہے کہ مَیں ایسے ناوقت
کا ہارج ہُوا - آگے کچھ کہنے کو تھا کہ امیر نے تعریفوں اور دُعاؤں کا جھاڑ باندھ دیا -
دریائے فصاحت کو روکنے کا امیرزادے نے کئی دفعہ قصد کیا مگر توبہ جناب وُہ اب
ے کب رُک سکتا تھا - باتیں کرتے کرتے قلعے کے اندر پہنچ گئے - اجنبی پھر کچھ بولنے
ا کہ خاتونوں کا ایک جھرمٹ جو استقبال کو چلی آ رہی تھیں نظر پڑا - آگے آگے شرمیلی
ی دولہن تھی - دیکھتے ہی ششدر رہ گیا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس حُسن کی مُورت پر ہزار
سے قربان ہے - ایک سہیلی... نے جُھک کر دولہن کے کان میں کچھ کہا - دولہن نے
یا چاہا مگر کوئی لفظ مُنہ سے نکل نہ سکا - نگاہ شرمگین سے اجنبی کی طرف دیکھا اور آنکھیں

نیچی کرلیں۔ اُس وقت نازک ہونٹوں پر ایک پیارا تبسّم لوٹ ہو رہا تھا اور رُخساروں پر سینکڑوں دلربا گڑھے پڑ رہے تھے۔ اٹھارہ برس کی جوان جہاں عورت ایک خوبصورت گڑیل جوان کو پسند نہ کرتی کیونکر ممکن تھا؟

کھانا پھر شروع ہوا۔ ہمارے نوجوان کا یہ حال کہ ہاتھ تو کھانے میں مگر دل دولہن کی طرف۔ آہستہ آہستہ سنجیدہ صورت بنائے باتیں کرتا جاتا تھا۔ دولہن کی یہ کیفیت کہ ہمہ تن گوش ہو کر اُس کی طرف متوجہ تھی اور ٹھنڈی سانسیں بھرتی تھی۔ سب سمجھ رہے تھے کہ دونو ایک دُوسرے پر مفتون ہو گئے ہیں۔ سارے مہمان کھانے پینے اور باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ کوئی قصّہ سناتا تھا کوئی لطیفوں سے سامعین کو ہنساتا تھا۔ مگر ہمارے نوجوان نے کچھ ایسی بیوقت اور انوکھی چُپ سادھی تھی کہ اُس پر اُن باتوں کا مطلق اثر نہ ہوتا تھا۔ اُسکی افسردگی اَور بھی بڑھتی جاتی تھی۔ مہمانوں نے دولہا کے رنج کو دیکھا تو ایک دُوسرے کی طرف اشارے کرنے لگے۔ گانا اور ہنسی موقُوف ہُوئی۔ بھُوت پریت کے قصّے شروع ہُوئے۔ دُولہا ان قصّوں کو بہت شوق سے سُنتا تھا۔ وُہ ٹکٹکی باندھے امیر کی طرف دیکھتا رہا۔ اور جب قصّہ ختم ہونے کو آیا تو اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اُٹھتے وقت امیر کو ایسا معلوم ہوا گویا کوئی دیو ہے کہ برابر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ جب قصّے کے ختم ہونے پر وُہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر سب سے رُخصت ہوا تو سب حیرت زدہ ہو گئے۔ امیر تو بُت بن گیا۔ "اُیں! یکایک اِس طرح سے رخصت ہونا اور آدھی رات کو! ہر چیز تو تمہاری خاطر مدارات کے لئے حاضر ہے!"

اجنبی (افسردہ صُورت بنائے ہُوئے) "نہیں جناب آج رات مجھے کسی اَور جگہ آرام کرنا ہے"

اس جواب نے امیر غریب کو دہلا دیا اور وُہ بار بار اصرار کرنے لگا۔ اجنبی نے خاموشی کے ساتھ سر ہلایا اور حاضرین کی طرف رخصت کا اشارہ کر کے چُپکے سے یہ جا وُہ جا۔ یہ دیکھ کر سب کو بڑی حیرت ہُوئی۔ سہیلیاں حیران تھیں کہ یہ ہُوا کیا۔ دولہن بیچاری سر نہوڑائے سسکیاں

ہی تھی۔

امیر اجنبی کے پیچھے پیچھے باہر آیا۔ اجنبی گھوڑے پر سوار ہو کر چلا۔ جب قلعے کے بیرونی
ے پر پہنچا تو مڑ کر امیر سے یوں مخاطب ہوا۔ "صاحب اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ
ج رات ایک بڑا ضروری وعدہ پورا کرنا ہے"۔ "کہاں؟ کیوں"؟ امیر نے کہا۔ کسی
بھیج دو"۔ "نہیں کسی اور کا کام نہیں۔ میں خود ہی جاؤنگا۔ ہاں اب مجھے اس قبرستان
ف چلنا چاہیئے۔ کیڑے مکوڑے میرا انتظار کرتے ہونگے۔ میں مردہ ہوں۔ ڈاکوؤں
مجھے مار ڈالا۔ میرا تن قبرستان میں پڑا ہے اور آج رات ہی مجھے دفن ہونا ہے"۔ یہ
گھوڑے پر بیٹھ ایڑی لگا ہوا ہو گیا۔ امیر حواس باختہ تھا۔ واپس ہو کر ساری واردات
ی۔ دو خاتونیں تو واقعی غش کر گئیں۔ اوروں کا یہ حال کہ متعجب ہو ہو کر آپس میں کہتی
ں۔ "ایں ہم نے بھوت کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا!"

تمام رات یہ کھچڑی پکتی رہی کسی کو نیند کا خیال تک نہیں آیا۔ صبح کو امیر کے پاس ایک
یا جس سے معلوم ہوا کہ نوجوان داماد کو ڈاکوؤں نے مار ڈالا اور اسے فلاں قبرستان
فن کیا ہے۔ قلعے میں ہل چل پڑ گئی۔ امیر ایک کوٹھڑی میں بند ہو کر بیٹھ رہا۔ مہمان
ی حالت میں میزبان کو چھوڑ کر کیسے چل دیتے۔ ناچار کچھ ادھر اُدھر ٹہلتے پھرتے تھے
جگہ جگہ ٹولیاں بنائے باتیں کرتے تھے۔ دولہن کا حال بہت تباہ تھا۔ افسوس شوہر
نا اور ایسے شوہر کا! ہائے معانقہ بھی نصیب نہ ہوا!

اس واقعے کی دوسری رات کو جب دولہن اپنے حجرے کو جانے لگی تو ایک خالہ باصرار
ساتھ ہوئی اور رات کو اس کے برابر سوئی۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ خالہ پڑی سوتی تھی
جی کو نیند کہاں۔ چاندنی کی طرف جو کھڑکی کی راہ سے اندر آ رہی تھی ٹکٹکی باندھے دیکھ
تھی۔ یکایک پائیں باغ سے باجے کی آواز آئی۔ یہ فوراً بستر سے اٹھ کر کھڑکی کی طرف
۔ درختوں کے سائے میں ایک بلند بالا صورت کھڑی تھی۔ جس وقت اس صورت نے سر

اُونچا کیا چاندنی کی کرن اُس کے چہرے پر پڑی۔ "عیاذاً باللہ یہ تو وہی بھوت ہے"۔ یہ اُسے دیکھ ہی رہی تھی کہ ایک چیخ سُنائی دی۔ دیکھا تو خالہ جان لپٹی ہوئی ہیں۔ پھر جو نیچے کی طرف نگاہ کی تو وہاں بھوت نہ بھوت کا نشان۔ امیرزادی کو اپنا محبوب اس شبیہہ میں بھی پیارا معلوم ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب اُس کی خالہ نے کہا کہ میں تو اب ہرگز اس کوٹھڑی میں نہیں سونے کی۔ تو بھانجی مصر ہوئی کہ میں تو سوا اس کوٹھری کے قیامت تک کسی اور کوٹھری میں نہ سوؤنگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بھانجی الگ سوئیں اور خالہ الگ۔ جاتے وقت بھانجی نے خالہ کو قسم دی کہ خدا کے لئے اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا ورنہ میری تسلی کا یہ سبب بھی جاتا رہیگا خالہ نے بڑی ہمت کی کہ اس قصّے کو ایک ہفتے تک کسی سے نہیں کہا مگر ایک ہفتے بعد نہ رہ سکی۔ وُہ اِس طرح کہ ایک روز صبح کو اچانک خبر لگی کہ چھوٹی بی بی گھر میں نہیں کمرہ خالی پڑا ہے بستر ایسا معلوم ہوتا ہے گویا رات کو کوئی اُس پر نہیں سویا کھڑکی کھُلی ہے۔ جس نے اس خبر کو سُنا ہوش اُڑ گئے۔ آخر خالہ نے ہاتھ مل کر کہا "ہائے وُہ بھوت وُہ چھلاوا امیری بچّی کو لے گیا"۔ پھر اُس نے بالاختصار باغ کا سارا ماجرا بیان کیا۔ دو خدمتگاروں نے تائید کی اور کہا کہ واقعی ہم نے بھی آدھی رات کے قریب گھوڑے کی ٹاپ سُنی تھی۔ ضرور وُہی ہوگا۔ بیچارے امیر کی کیسی دردانگیز حالت تھی! اُف اُس کی اکلوتی بیٹی ایک بھوت کی بیوی! بچّے بھی ہونگے تو بھوت کی اولاد! اُسے بہت غم تھا۔ قلعے بھر میں تہلکہ پڑا تھا۔ ہر طرف سوار دوڑائے گئے خود امیر بھی سوار ہو کر دُور تک پھر آیا کہ کہیں وہ چھلاوا ملے تو کام تمام کرے۔

ایک روز اچانک خبر آئی کہ کوئی نوجوان خاتون ہے گھوڑے پر سوار اور ساتھ ساتھ کوئی رسالے کا سوار ہے وُہ امیر سے مُلاقات کرنا چاہتی ہے۔ امیر خاتون کو لینے کے لئے باہر نکلا۔ نوجوان خاتون فوراً گھوڑے سے کُود پڑی اور امیر کے پاؤں پر گر کر گھٹنوں میں ہاتھ حمائل کر لئے۔ اوہ! یہ تو اُس کی گم گشتہ بیٹی تھی اور اُسکا ساتھی وُہی بھوت!

...یائے میں آگیا۔ کبھی بیٹی کی طرف دیکھتا تھا کبھی بھوت کی طرف۔ بھوت کی اب وُہ حالت نہ تھی جو ...سے پہلے اُس نے دیکھی تھی۔ پوشاک عجب شان کی تھی اور اُس کے خوبصورت مردانہ متناسب ...یا پر خوب جچتی تھی۔ اب اس کے چہرے سے زردی اور رنج عیاں نہ تھا۔ رخساروں پر جوانی ...رخی نمودار تھی۔ اور بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں بشاشت کھیلتی پھرتی تھی۔

حقیقت بیان کردی گئی۔ نوجوان ایک دُوسرے امیر خاندان کا بیٹا تھا اور داماد اصلی کے ...برات میں آرہا تھا داماد اچانک مارا گیا اس نوجوان کو وصیت کے موافق دوست کا پیغام لیکر ...آنا پڑا یہاں آکر امیر نے وہ فصاحت دکھائی کہ اُسے کچھ بیان کرنے کا موقع ہی نہ دیا دولہن کو دیکھ ...جوان ہزار جان سے عاشق ہوگیا اور کچھ دیر تک اُس کے پاس رہنے کے شوق میں خود بھی زور ...معاملہ صاف طور سے بیان نہ کرسکا۔ اُسے سخت پریشانی تھی کہ کس طرح معقولیت کے ساتھ رخصت ...آخر امیر کی بھوت پریت کی کہانیوں سے اُس کے ذہن میں بھوت بننے کا خیال آیا۔ اس کے بعد ...لوگوں کے ڈر کے مارے چھُپ چھُپ کر اپنی معشوقہ سے ملتا رہا اور آخر کار اُس سے نکاح کر لیا۔

کوئی اَور صورت ہوتی تو امیر سخت ناراض ہوتا کیونکہ وُہ اولاد کی نافرمانی سے بہت رنجیدہ ہوتا تھا ...خاندانی عداوتوں کا پاس بڑے شد ومد کے ساتھ رکھتا تھا۔ مگر بیٹی اُس کی چاہتی بیٹی تھی۔ وُہ ...اُسے کھوئی سمجھ کر رو بھی چکا تھا۔ اب جو اُس نے بیٹی کو صحیح سلامت پایا تو پھُولا نہ سمایا۔ خیر اُسکا ...ماد اگر دشمن کا بیٹا تھا تو کیا۔ بھوت تو نہیں تھا؟ غرض کچھ اپنی مرضی سے کچھ اَوروں کے سمجھانے ...ے اُس نے دونوں کا قصور معاف کر دیا۔ پھر کیا تھا۔ قلعے میں از سرِ نو عیش ہونے لگے دولہا ...دلہن اپنی اپنی مرادوں کو پہنچے +

(ترجمہ از ارونگ)

سید نذیر حسین

اُردُو اور دیسی زبان

"شکوہ حرفِ تلخ کا یا شورِ بختی کا گلا"
"ہم جو کچھ کہنے کو ہیں سو بے مزا کہنے کو ہیں"

۱۱ جنوری کے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے اپنے ایک لیڈر سے اس بحث کو چھیڑا ہے کہ کیا اُردو پنجاب کی دیسی زبان ہے اور کہ آیا اِسے سرکاری دفاتر۔ عدالتوں وغیرہ میں صُوبے کی دیسی زبان رکھا جائے۔ یا نہیں؟ نہ صرف اخباری دُنیا اس معزز روزانہ اخبار کو نیم سرکاری پرچہ قرار دیتی ہے بلکہ عام پبلک اس کو اس شعر کی مصداق گردانتی ہے:۔

"در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند"
"آنچہ اُستادِ ازل گفت ہماں میگوئم"

درحقیقت سول کا اس مضمون کو چھیڑنا بہت کچھ معنی رکھتا ہے۔ اور یہ معنے اَور بھی پیچیدہ اور حاشیہ طلب ہو جاتے ہیں۔ جب ہم ایک ہی وقت میں اس مسئلے کے ساتھ اُن مباحثوں پر غور کرتے ہیں۔ جو ابتدائی سکولوں میں انگریزی اور دیسی زبانوں کی تعلیم کے متعلق آجکل نہایت سرگرمی سے اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں۔

جب نیا ایکٹ یونیورسٹی ہائے ہند اعلیٰ کونسل واضع آئین و قوانین کے روبرو تھا تو لوگوں کے دِل بہت سے شبہات اور بدگمانیوں کا مخزن تھے۔ اور اب کہا جاتا ہے کہ اُس کے نتائج ظہور پذیر ہونے لگے۔ اس مضمون پر تو پھر کبھی بحث ہوگی کہ آیا تیرہ سال کی عمر تک بچوں کو اپنی دیسی زبان ہی میں تعلیم دی جائے یا کیا۔ بالفعل ہم اس مضمون پر چند خیالات ظاہر کیا چاہتے ہیں جس پر اخبار مذکور نے بحث اُٹھائی ہے۔ اس پر کچھ لکھنے سے پیشتر مخزن کے پڑھنے والوں سے خصوصاً اور عام پبلک سے عموماً میری یہ ادب گذارش ہے کہ اس اہم اور بانتیجہ مسئلہ پر سردسری اور دُور بینی سے

و فکر کریں۔ نہ کہ ہندو مسلمان یا سکھ پہلو سے۔ جو کہ بد قسمتی سے آجکل خیال کرنے کا وتیرہ ہو گیا ہے
اِس معاملہ پر ایک تاریخی نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ پنجاب۔ مُلک کی سرکاری زبان اور پڑھے
ے آدمیوں کی زبان کے لحاظ سے۔ اپنے ہمسایۂ صوبجات سے کسی وقت بھی مختلف نہ تھا۔
س وقت پنجاب انگریزی قبضے و تسلط میں آیا اُس وقت شیرِ پنجاب کی سلطنت میں وہی زبان
رکاری اور تعلیم یافتہ آدمیوں کی تھی جو کہ قدیم صوبجات دہلی و آگرہ و الہ آباد و لکھنؤ وغیرہ یعنی اضلاع
ین اور اردو کی تھی[۵]۔ اس دعوے کے اثبات میں وُہ عہد نامہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو دربارِ لاہو
صاحبان انگریز کے مابین ۲۷۔ نومبر ۱۸۴۷ء کو لکھا گیا تھا۔

"در ینوقت مایاں بہ یکدل و یک زبان باتفاق ہمدیگر بعہد و پیمان عہد
کردیم و اقرار نمودیم کہ آنچہ با یکدیگر قرار یافتہ کہ سنگھ صاحب شیر سنگھ جی
در علاقہ جاگیر خود بمانند و فرزندِ سنگھ صاحب موصوف پرتاب سنگھ جی درمیان
کونسل تا ہشت ماہ نشستہ شاملِ دربار باشند ۔۔۔ ۱۶ مگھر سمت ۱۸۹۷"

س قرار داد پر راجہ دھیان سنگھ۔ راجہ گلاب سنگھ۔ بھائی رام سنگھ۔ سردار عطر سنگھ سدھانوالہ۔
یوان دینا ناتھ اور شیخ غلام محی الدین و دیگر صاحبان کے دستخط ثبت ہیں۔ اب یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچا کر
ریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط کے وقت پنجاب میں گورنمنٹ اور تعلیم یافتہ آدمیوں کی وہی زبان
تھی جو کہ ملکِ ہند کے اِس نواح میں دیگر سابقہ مقبوضات کمپنی میں رائج تھی۔ کچھ عرصے کے بعد
جس طرح اور صوبجات میں اُردو نے فارسی کی جگہ سنبھالی اُسی طرح پنجاب میں۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ پنجابیوں نے اُردو کو آغوشِ محبت میں لیا یا ٹھکرایا۔ اِس امر تنقیح کے فیصلے
کے لئے ہم اُن قابلِ عزت اصحاب کے نام چھوڑ جاوینگے جو ابتدائی عملداری سرکار انگلشیہ میں دہلی
یا مضافات دہلی سے یہاں آئے تھے۔ مثلاً پنڈت موتی لعل صاحب رائے بہادر پیارے لعل صاحب
یا شمس العلما مولانا محمد حسین صاحب آزاد۔ بلکہ ہم ٹھیٹھ پنجابیوں کے نام گنائینگے۔ جنہوں نے نہ صرف

[۵] مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد کے قبل کا تو ذکر کرنا ہی غیر ضروری ہے جبکہ پنجاب کی قسمتوں کی باگ دربار دہلی کے ہاتھوں میں تھی۔

یہ کہ اُردو کا تپاک سے استقبال کیا بلکہ اُس کو ایسا بنا دیا جیسی کہ وُہ آج ہے۔ پادری رجب علی۔ منشی گیا چند اور اُن کے صاحبزادے۔ دیوان رام جس مصنفِ تاریخ کپورتھلہ۔ سردار راجندر سنگھ مصنفِ تواریخ خالصہ چودھری خوشی محمد۔ منشی محرم علی چشتی۔ قاضی سراج الدین۔ شیخ عبدالقادر۔ پروفیسر محمد اقبال اور ان کے علاوہ اور بھی اصحاب ہیں جنہوں نے اُردو کے پائے کو بلندی اور اسکی نثر اور نظم کے میدان کو وسعت بخشی ہے۔ اُن کے ساتھ اگر لالہ ہنسراج آنریری پرنسپل ڈی۔ اے۔ وی کالج۔ جو ہمارے صُوبے کے بہترین اُردو سپیکروں میں ہیں۔ لالہ منشی رام۔ پنڈت لیکھرام۔ میرزا غلام احمد قادیانی۔ دیوان نریندر ناتھ مترجم کتاب لبرٹی مصنفہ جان سٹوارٹ مل۔ اڈیٹر صاحبان اخبار وکیل امرتسر و پیسہ اخبار وغیرہ کے نام بھی ایزاد کر دیے جائیں تو یہ فہرست تنقیح زیر بحث کو اُردو کے حق میں ٹھہرانے کو کافی ہو گی۔

الغرض اُردو نے یہاں تک قبول عام حاصل کیا کہ نہ صرف جپ جی صاحب تشریح کے ساتھ اُردو خط میں چھاپا گیا بلکہ خود سری گورو گرنتھ کو اُردو خط میں چھاپ کر اُردو کی وقعت کو دوبالا کیا گیا۔ یہانتک اُردو نے رواج اور فروغ پایا۔ عام حالت یہ ہے کہ ہر شریف آدمی عام اس سے کہ وہ کس فرقہ و ملت سے ہے اُردو میں اظہارِ مطلب کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ جس کا ثبوت مختلف کمیٹیوں کی روئدادیں سوسائیٹیوں کی رپورٹیں اور اور ذاتوں کے قومی رسالے۔ برادریوں کے جلسوں کی رپورٹیں (جو بغرضِ اصلاح مراسم شادی و غمی منعقد ہوتے) اخبار خالصہ بہادر کے ذیل وغیرہ ہیں۔ اِس کے علاوہ ہر پنجابی جو اعلیٰ اور اوسط درجہ سوسائٹی کا ممبر ہے خاصی اُردو بول اور سمجھ سکتا ہے۔

مندرجاتِ بالا پر نظر ڈالنے سے واضح ہوگا کہ قدیم الایام سے اُردو کی پنجاب میں وُہی حیثیت رہی اور ہے جو شمال مغربی ہند کے اور صُوبوں میں۔ بلکہ ہم یہانتک کہنے کو تیار ہیں کہ اور جگہ سے کچھ بڑھ چڑھ کر رہی۔ اگر یہ واقعہ مسلّمہ ہے کہ پنجابی سوشل۔ مذہبی اور دیگر امور میں اور صُوبجات کی نسبت علمی مصروفیت کا زیادہ اظہار کرتے ہیں۔

فریق ثانی کی جانب سے دو عذر قابل سماعت پیش کیے جا سکتے ہیں۔ اوّل سکھوں کے

تعلق اور دوئم دیہاتی رعایا کے متعلق۔ ان دونوں کے متعلق بالترتیب ذیل میں عرض کیا جاتا ہے۔

تمام سکھ ایک زبان نہیں بولتے۔ خواہ اُن کو "گرو کا سنگھ" کہا جائے یا محض سکھ اور ب شاہی یا اداسی وغیرہ لقب دیا جائے۔ سری گرو گرنتھ صاحب کا کلمہ پڑھنے والوں کی ب زبان ہرگز نہیں ہے۔ حضور صاحب اور پٹنہ صاحب تو خارج از سوال ہیں ہی۔ ہم کہتے ہیں کہ خود ماجھہ اور مالوے کی زبانیں نہ صرف لہجہ اور تلفظ بلکہ لسانی یت میں مختلف ہیں۔ پھر ان دونوں میں سے ہر ایک پوٹھوواری سے الگ ہے۔ ماجھہ ہ اور پوٹھووار یہی تین مقام ہیں جہاں گرو کے نام کے لینے والے بڑے جتھوں میں آباد ں۔ علاوہ بریں خاص گرنتھ صاحب کی زبان وہ زبان نہیں ہے جو آج کل کے سکھوں کی ان ہے۔ عام اس سے کہ وہ قسمت لاہور کے باشندے ہوں یا ریاست حیدرآباد دکن کے۔ س میں کسی کو شبہہ ہو تو سری گرنتھ صاحب کو کھول کر پڑھے اور خود مقابلہ کرلے۔

"ساس ماس سب جیو تمہارا۔ تو ہے کھرا پیارا"
"نانک شاعر یوکہت ہے سچے پروردگارا"

دیگر

"وارن جاؤں ان اک بار تو سدا سلامت جی نرنکار"

ا یہ زبان کیا ہمارے آجکل کے جٹ زمیندار کی زبان ہے؟ یہ ضرور ہے کہ سارے گرنتھ احب کی زبان ایک نہیں ہے۔ گرو صاحبان اور بھگت جس جس زمانے میں ہوئے ں زمانے کی زبان میں انہوں نے تلقین و وعظ کیا۔ لیکن اُن میں سے کسی کی بھی زبان ہماری کل کی پنجابی زبان نہیں ہے۔ یہ پتا لگانا ہمارا فرض نہیں ہے کہ اکثر گرو صاحبان مثلاً سری و نانک صاحب یا دسویں بادشاہ عربی و فارسی کے اچھے عالم تھے اس لئے ان کی زبان نسبت ل کی پنجابی کے اُردو کے زیادہ تر قریب ہے اور عربی و فارسی الفاظ اس میں موجود ہیں۔ ر بحالات موجودہ اگر ایک گروہ کے سنگھ کا فرض ہے کہ وہ سری گرنتھ صاحب کی تعلیم کی عام اشاعت

کرے تو اُسے نہ تو ٹرمپ یا میکالف صاحب کی انگریزی اور نہ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کی پنجابی بخط انگریزی اتنی مدد دیگی جتنی کہ اُردو۔ سکھ خواہ ہندوؤں سے علیحدہ اور متناقض جنس ہوں یا اُن میں سے ایک فرقہ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ سکھ جیسے کہ اِس وقت ہیں (یعنی ذات کی قیود کے پابند) وُہ اس بیسویں صدی میں اُسی صُورت میں اپنی قومی و ملّی شخصیت کو بحال رکھ سکتے ہیں۔ جب کہ نو اعتقادوں کو اپنے میں شامل کریں۔ جب ہندو اس نقص کی وجہ سے کہ وُہ غیر ہنود کو دائرہ ہنود میں شامل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہر قرن میں گھٹ اور چھیج رہے ہیں۔ تو سکھوں کے محدود فرقے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ہاں تو یہ نو اعتقاد جہانتک کہ قیاس و امکان کا دخل ہے ہندوؤں کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے بھی وہی صُوبہ کی زبان سکھوں کو بحیثیت ایک مذہبی فرقے کے مفید بیٹھ سکتی ہے جو کم سے کم اُن کے اور ہم خیال۔ ہم اعتقاد یا قریب الاعتقاد ہندو فرقوں کی زبان ہو۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ آجکل پوشاک۔ طرزِ خورد و نوش۔ آداب صُحبت وغیرہ ارکانِ معاشرت کے ساتھ اُردو بھی آزادی کے میدانوں میں ہاتھ پاؤں نکال رہی ہے۔ کلاسیکل تغزیت۔ نکھار۔ اہل زبان کی سند۔ اور دہلی۔ لکھنؤ کی مُہرِ قبولیت۔ ان چیزوں کی اب محتاجی نہیں رہی۔ ادھر آریہ سماج کی اُردو دیکھئے اودھر انجمن اسلامیہ کی۔ انشاء کے ڈھنگ بیشک جُدا جُدا ہیں۔ مانا کہ مختلف نہیں لیکن ایک دُوسرے کی زبان کو سمجھنے کی قُدرت سب کو حاصل ہے۔ اور ہم یہ بھی کہنے کو تیار ہیں کہ انشاء کی ان ڈھنگوں کی رنگارنگی ایک قُدرتی امر ہے نہ کہ ارادی و مصنوعی۔ اس طرح سے گویا اُودھر بڑے بڑے ملّانے ہندی اور سنسکرت کے الفاظ اور اِدھر ہندو پنڈت اور بھائی عربی فارسی سیکھ رہے ہیں جبکہ رسم خط ہر ایک کی اُردو ہے۔ زبان روزمرہ گڈمڈ ہو رہی ہے۔ یعنی اور عام ہو رہی ہے۔ کوئی فرنگی محل یا تراہے کا سالخوردہ بزرگ چاہے اُس نظارے سے وحشتناک اور مایوس ہو تو ہو لیکن تمام ترقی پسند اشخاص اس لسانی یگانگت اور بہم آمیزی کو بڑی مسرت اور اطمینان کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

سکھوں کے متعلق جو ہمارے صوبے کا بوجوہات ایک اہم اور مہتم بالشان فرقہ ہے) اس
ل کا خاتمہ ہو چکا اب فریق ثانی کے دُوسرے عُذر پر غور کرنا ہے یعنی کہ دیہاتی رعایا کی آسانی
ے لحاظ سے ۔

یہ امر واقعی تسلیم کرنا پڑیگا کہ ہر ملک میں خواہ وُہ براعظم ایشیا میں واقع ہو یا یورپ میں اور عام
ں سے کہ اُس مُلک، کا ایک مذہب ہو یا ایک سے زیادہ ۔ ایک اور ایک سی زبان ہرگز رائج
یں ۔ ہم کو آئے دن یورپین پروفیسر کالجوں میں بتاتے ہیں کہ انگلستان میں کتّونٹی
سلع ، کی زبان جُدا ہے اور تاکید سے نوٹ کراتے ہیں کہ دیکھو اس بات کے لئے
یٹھ کا کتی (لندن کی) انگلش یہ ہے ۔ امیریکنزم کو رکھیئے اونچے سے طاق پر ۔ ہم کہتے
ں کہ وُہ ضابطے اور قوانین جو لندن کی پارلیمنٹ اجرا کرتی ہے ۔ کیا سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کی زبان
ں ہوتے ہیں ؟ اس سے بھی قطع نظر کیجے کہ ہائیلینڈر اور آئرش لوگ زبان گیلک کا استعمال
تے ہیں اگر ہم انیسویں صدی کے بڑے حکیم ہربرٹ سپنسر کے الفاظ ایسے بدیہی امر میں
ل وقعت سمجھیں تو یہ ماننا پڑیگا کہ خاص انگلستان کی بھی وُہ زبان نہیں ہے ۔ بلکہ حتّٰی کہ
کل انگریزی بعینہ وُہ زبان نہیں ہے ۔ جو کہ لندن کی سرکاری زبان ہے ۔ جس میں بطور جملہ
عترضہ یہاں اس قدر لکھنا کافی ہوگا کہ متروک الاستعمال دقیانوسی انگریزی اور مرحوم لاطینی
بان کا بڑا جز شامل ہے ۔ اس بحث سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا کہ خود برطانیہ کلاں اور آئرلینڈ
ں سرکاری دفاتر اور عدالتوں کی وُہ زبان نہیں ہے جو عوام الناس اور کاشتکار کی زبان
ہے ۔ اب اس بارے میں ایک نظیر ہندوستان سے لیجاتی ہے ۔

صُوبجات متحدہ آگرہ و اودھ میں وہاں کے مشہور لفٹننٹ گورنر سر انٹنی میکڈانل نے
ب ہندی کا جُزوی استعمال و رواج وہاں کی عدالتوں میں منظور فرمایا تو حجت یہ اُٹھائی گئی
ی کہ وہاں کی کثرت رعایا ہندو ہے اور اس لئے اُردو سے نامحرم ۔ لہذا ہندی میں درخواستیں
غیرہ عدالتوں میں داخل ہو سکیں ۔ لیکن اس حکم نے صرف رسم خط پر اثر ڈالا نہ کہ اس زبان پر جو

اُس خط میں لکھی جاتی تھی۔ یعنی انشا اُردو ہی کی رہی صرف املا ہندی ہو گئے۔ یہ نہیں ہوا کہ بیع بالوفا۔ تخویف مجرمانہ۔ استحصال بالجبر۔ پرت ڈگری۔ وصلباقی نویس۔ واجب العرض۔ بندوبست مالیانہ۔ خالصہ وغیرہ کی ہندی یا سنسکرت ترجمے استعمال کئے جائیں۔ عملی طور پر اس سے کیا حاصل ہوا۔ اصلی مطلب سمجھنے کے لئے ہندو زمیندار کو اب بھی پہلی جیسی محتاجی بنی رہی۔ وجہ کیا؟ وجہ وہی جو یہاں اُردو کے خلاف بتائی جاتی ہے۔

جو صاحب یہ کہتے ہیں کہ اُردو کے ہونے سے کاشتکار لوگ وکیلوں اور عرائض نویسوں کے ہاتھ میں ہیں وہ عدالت کے احاطوں میں عرائض نویسوں کے چھپروں اور وکیلوں کے دفتروں میں ذرا دو چار دن بیٹھ کر اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور معلوم کریں کہ آجکل کا زمیندار قانونی معاملات میں گفتگو کرنے اور اپنے مقدمے کی کیفیت سمجھانے میں کتنا ملکہ اور رسائی رکھتا ہے۔ اِن دلائل سے اُردو جیسی کہ اب ہو ان ساٹھ سالوں کی تعلیم و برتاؤ کے بعد زمینداروں کے لئے نہائت آسانی سے قابل افہام و تفہیم ہے۔ یہ اندازہ کرنا لوگوں کی خوش فہمی اور جدت آفرینی پر چھوڑا جاتا ہو کہ بجائے اس کے پنجابی زبان بخطِ انگریزی زمینداروں کے لئے سمجھنے سمجھانے کے کہانتک قابل ہو سکیگی۔

اب ایک بات باقی رہی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسوقت یورپین افسر مُنشیوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ اس سے دو نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ کہ عُمال متدین نہیں ہیں اور کہ یورپین افسر باوجود "ہندوستانی" میں ہائی پروفیشنسی کا سارٹیفکیٹ حاصل کرنے اور انعام کی رقمیں اڑانے کے بھی کودن محض ہی رہتے ہیں۔ امر اول قابلِ تسلیم نہیں ہو۔ کیونکہ اس سے انتظامِ صوبہ پر بڑا حرف آتا ہے۔ علاوہ بریں وکیل اور دیگر قانونی پیشہ اصحاب جو آجکل اس بہتان سے اور اتنے سستے ہیں کس طرح منشی جی کی چالاکی کو چلنے دے سکتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہو کہ استغاثہ کے اُن الفاظ کو کہ "ملزم نے مقتول کو ایک چھُری ماری"۔ حاکم عدالت کو یہ سُنا دے کہ "ملزم نے مقتول کو ایک چھڑی ماری"۔ اور قتلِ عمد کی بجائے ضرب خفیف اور مرگ اتفاقی

...یم ملزم پر عائد کرائے ۔ یہ سب لغو اور واہیات ہے ۔ اور پھر ہم کہتے ہیں کہ یورپین افسروں کو ...ں نہ مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ مسل مقدمہ کو خود اپنی آنکھوں سے پڑھیں ۔

مقصد جو بصد مبالغہ کہا جاتا ہے کہ مطلوب ہے وہ نہ تو پنجابی زبان بخط انگریزی اور نہ اُردو زبان ...انگریزی سے حاصل ہو گا بلکہ اس سے کہ افسر ذرا تکلیف اُٹھا کر جس مُلک کی خدمت میں اپنی زندگی کا ...ین حصہ قربان کرتے ہیں اُس کی زبان سیکھنے کی کوشش کریں ۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ یورپین قانونی ...ہ تو دیسی زبان میں وہ قابلیت حاصل کر لیں ۔ بلا انتخابات پر افیشنسی پاس کئے کے ۔ اور سول سروس ...ے عالم ممبران جو پہلے سے کئی زبانوں میں قدرت رکھتے ہیں بوڑھے ہو کر بھی تُتلاتے اور ہکلاتے ...رہیں ۔ اس کی صرف ایک تدبیر ہے اور وہ یہ کہ اگر انکی ترقیاتِ درجہ و عہدہ دیسی زبان کی واقفیت ...تعداد پر موقوف رکھی جائیں تو ہم کو سینکڑوں یورپین افسر ٹکسالی اُردو کے ایسے ہی ماہر نظر آنے لگیں ۔ ...سے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ست جگی زمانے میں فارسی کے جاننے والے ملتے تھے ۔

صُوبجات متحدہ اودھ میں بھی ایک دفعہ یہ سوال اُٹھا تھا کہ وہاں کے دفاتر عدالت میں اُردو ...ط انگریزی یعنی رومن اُردو استعمال کیجائے ۔ مگر عام مخالفت کی وجہ سے وہ تجویز تہ کر کے رکھی گئی ۔

اب تک اس امر پر صرف لسانی پہلو سے گفتگو کی گئی ہے ۔ یہ لوگوں کا اپنا کام ہے کہ وہ جزوی اختلافات ...پسند یا ناپسند ۔ خوشامد و مطلب پرستی ۔ تنگ نظری و تعصباتِ مقامی و ذاتی سے بری ہو کر اطمینان ...ل سے سوچیں اور غور کریں کہ وہ کس طرح اپنے آپس میں اور اپنے دُور دراز کے بھائیوں کے ساتھ ...ار ۔ برتواری ۔ اتحاد و ہموطنی ۔ اور باہم ہمدردی کے تعلقات کو ترقی دے سکتے ہیں ۔ ہماری ...و بختی جسکا گلا عنوان میں کیا گیا ہے ۔ سم قاتل کا حکم رکھے گی ۔ اگر ہم اُردو ۔ پنجابی ۔ ہندی ۔ رومن ...ابی یا رومن اُردو کے مسئلے پر بحث کرتے کرتے ایک اور حدِ فاصل اپنے درمیان میں اُٹھا لیں ۔ ...ش یہ مصرع ہمارا چراغ ہدایت بنے :۔ مرد آخر بین مبارک بندہ ہے ٭

پنڈت برجموہن دتاتریہ

اِعراف کی ایک رُوح

فرشتے آسمان پر اپنے اپنے عود بجا رہے تھے۔ اور اُن کی مُریلی آوازیں مثل خوشبو کی لپٹوں کے خُدائے بلند کے عرش تک پہنچتی تھیں۔ مگر سیر الیم کا راگ اپنے سب ساتھیوں سے شیریں اور دلفریب تھا۔ اور اُس خدائے غائب کی آواز اِس طرح آتی ہوئی سُنی جاتی تھی۔ "اے سیر الیم۔ اس آتشِ محبت کے صلے میں جو تیرے راگ سے نکلتی ہے مانگ کیا مانگتا ہے؟ جو تو مانگے تجھے مِل جائے" سیر الیم بولا۔ "سُنا ہے کہ کوئی جگہ ایسی ہے جو اعراف کہلاتی ہے۔ جہاں دوزخ سے تو امن ہے مگر جو بہشت کے مقابلے میں تکالیف کا گھر ہے۔ وہاں بہت سی رُوحیں تیری عبادت کرتی ہیں۔ مگر اپنے گناہوں کی سزا پُوری پوری پاتی ہیں۔ اَے خدا۔ مجھے اجازت دے کہ کبھی کبھی میں اُن کے پاس ہوا کروں اور اپنے عود کے راگ سے جس کو تیری تعریف نے مقدس بنایا ہے اُن کی تکالیف کو تسکین دیا کروں"۔

آواز آئی کہ "ہاں! اَے فرشتوں میں سب سے زیادہ رحمدل! تیری دُعا مقبول ہُوئی اور اُسے بہت بھلی معلوم ہُوئی جو سزا و جزا دیتا ہے مگر محبت سے۔ تیری تمنا بر آئی"!

سیر الیم نے پھر تو خُوب حمد گائی۔ اور جب راگ ختم ہُو چکا تو اپنے زمردین تخت پر سے اُٹھا اور اپنے رنگا رنگ کے پروں کو پھیلا کر اس غمناک مقام پر جو زمین کے بہت ہی قریب ہے پہنچا۔ یہ مقام ان رُوحوں کی چیخوں سے گُونج رہا تھا جو تکلیف اُٹھانے کے بعد پاک ہو جاتی تھیں۔ یہ بدنصیب رُوحیں یہاں سے اُن عالیشان مکانات کو دیکھتی تھیں جو انہیں بعد میں ملنے والے تھے۔ اور اس بلند مرتبہ مخلوق پر حسرت سے نگاہ کرتی تھیں جو بقا کے چشمے سے سیراب ہو کر بہشت کے باغوں میں چہل قدمی کرتی پھرتی تھی اور خیال کرتی تھی کہ انکی خوشی غیر متناہی ہے۔ یہ خیال تکالیف میں اُن کو تسلّی دیتا تھا اور اعراف اور دوزخ میں جو صحیح

...ہے وُہ یہی ہے۔

پھر سیرالیم نے اپنے پَروں کو سمیٹا۔ اور بلّوری دروازوں میں داخل ہوکر ایک ویران چٹان ...یٹھ گیا اور اپنا مقدّس راگ چھیڑا۔ فوراً ہی بدنصیب رُوحوں کو راحت سی محسوس ہونے لگی۔ اور ...اب کے فرشتے ایذادہی سے باز رہ گئے۔ اور گنہگار رُوحوں نے چلّانا موقوف کردیا۔ دُنیا ...م رسیدوں کے لئے جیسی نیند مرہم ہے ایسا ہی سیرالیم کا راگ اُن رُوحوں کے لئے تسکین ...ش تھا۔ اِس عام خاموشی میں سیرالیم کو معلوم ہُوا کہ صرف ایک آواز ایسی ہے جو اس کے راگ سے ...موش نہیں ہُوئی۔ یہ ایک عورت کی آواز تھی اور وہ نہائت زور سے چنگھاڑیں مارتی تھی۔ اور ...تی تھی۔

"اَے اَذن ہیم۔ اَذن ہیم۔ مجھ کھوئی ہُوئی کا تو رنج نہ کر۔"

نیک فرشتے نے راگ پر راگ بجایا۔ یہاں تک کہ اُس کا موسیقی کا علم ختم ہوگیا۔ لیکن اِس چیخنے ...الی کو اس نہائت ہی شیریں اور دلفریب راگ کی خبر بھی نہ ہُوئی اور اس کی طرف دھیان بھی نہ ...یا۔ اور چلّاتی رہی۔

"اَے اَذن ہیم۔ اَذن ہیم۔ مجھ کھوئی ہُوئی کا تو رنج نہ کر۔"

اس پر سیرالیم کو بہت زیادہ خیال ہُوا اور اس جگہ پہنچا جہاں سے وُہ آواز آرہی تھی دیکھتا ...کیا ہے کہ ایک نوجوان حسین لڑکی کی رُوح ایک چٹان سے زنجیروں میں جکڑی ہُوئی ہے اور عذاب ...کے فرشتے اُس کے نزدیک آرام سے پڑے ہیں۔ سیرالیم نے اُن سے کہا "کیا میرے ...راگ نے تمہیں ایسی لوری دی کہ تم یُوں مدہوش ہوگئے؟

اُنہوں نے کہا اُس لڑکی کو ایک شخص کی یاد زیادہ تکلیف دہ اور تلخ ہے ہمارے ...عذاب سے۔ اور اسی لئے ہم نکمّے پڑے ہیں۔"

تب وُہ نیک فرشتہ اُس رُوح کے پاس پہنچا اور ایک ایسی لہجہ میں اس سے مخاطب ہُوا کہ وُہ ...چلّانے سے خاموش ہوگئی (اور کیوں نہ ہو۔ ہمدردی سے ہم کسی حالت میں لاپروا نہیں ہوسکتے)۔

"کس لئے! اَے لڑکی! کس لئے تو اُسی ایک غمناک لہجے میں روئی جاتی ہے؟ اور کیوں میرا راگ تجھے تسکین دینے میں ناکامیاب رہا؟ حالانکہ تیرے ساتھیوں میں سے بڑے سے بڑا مجرم بھی اِس سے تسلّی پاتا ہے۔"

اِس غریب رُوح نے جواب دیا "اے روشن چہرے والے اجنبی! کیا تو مجھ سے مخاطب ہے؟ مجھ سی؟ جس نے خدا سے زیادہ خدا کے ایک بندے سے محبّت کی۔ اور اسی لئے یہ بھگت رہی ہوں لیکن مجھے معلوم ہے کہ میرا غریب ادن ہیم میرے لئے دن رات روتا ہے۔ اور اس کے رنج کا خیال میرے لئے زیادہ ناقابلِ برداشت ہے اُن تکالیف سے جو یہ عذاب کے فرشتے مجھ پر ڈال سکتے ہیں۔"

نیک فرشتے نے پُوچھا "اَے۔ تجھے کس طرح معلوم ہے کہ وُہ تیرے لئے نالہ وزاری کرتا ہے؟"

رُوح نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔ اس طرح! کہ مَیں جانتی ہُوں کہ مَیں اُس حالت میں اس کے لئے کس جان کنی سے تڑپتی" اس نیک طبیعت فرشتے پر اس کا بڑا اثر ہوا کیونکہ خدا نے اپنی مخلوق کی طبیعتوں میں قدرتاً محبّت رکھی ہے اور اُس نے کہا "مَیں تیرے غم کا کس طرح مداوا کر سکتا ہوں؟"

رُوح اس یکایک خوشی سے بیتاب ہُوئی اور اپنے غیر محسوس ہاتھوں کو پھیلا کر بولی۔

"اَے مجھے اجازت دے۔ اَے مجھے اجازت دے کہ مَیں زمین پر ہو آؤں۔ صرف ایک ہی گھنٹے کے لئے۔ تاکہ مَیں اپنے ادن ہیم کو ایک نظر دیکھ لوں۔ اور اپنی موجُودہ تکالیف کو اُس سے چھپا کر اس کے رنج وغم میں اُس کی تسلّی کروں!"

نیک فرشتے نے کہا "افسوس" اور اپنی آنکھیں اُس سے پھیر لیں۔ کیونکہ فرشتے دوسروں کے سامنے نہیں روتے۔ "افسوس! مَیں بیشک تیری یہ آرزو پوری کر دیتا۔ مگر تجھے نہیں معلوم کہ کیا تاوان تجھے اُس کے عوض میں دینا پڑیگا۔ اعراف کی رُوحیں زمین پر جا سکتی ہیں مگر اُن کی واپسی پر انہیں ایک گراں تاوان دینا پڑتا ہے۔ غرض اگر تو ایک گھنٹے کے لئے زمین پر جانا چاہتی ہو تو تیری یہ عذاب کی قید یہاں ایک ہزار برس اور زیادہ ہو جائیگی۔"

رُوح نے چلّا کر کہا "بس صرف یہی نا؟ مَیں تو نہایت خوشی سے اِس کے لئے آمادہ ہوں"

یقیناً آسمان والوں میں محبت جاری نہیں ہے؟ ورنہ تجھے معلوم ہوتا اے آسمانی ملاقی! کہ وہ
ساعت جو ہمارے محبوب کی تسکین اور تسلی میں ہم صرف کریں قیمت میں اُن ہزار برس کے برابر ہو
یں عذاب و تکلیف میں کٹیں۔ اَے ! تو مجھے اپنے اودن ہیم کو تسلی اور تشفی دینے دے۔
ں کا مضائقہ نہ کر کر مجھ پر کیا گذریگی"۔

نیک فرشتے نے آنکھ اُٹھا کر اُوپر کی طرف دیکھا اور اُسے دُور سے وُہ شعاعیں نظر پڑیں جو
لی عالم بین آنکھ سے نکلتی تھیں اور جن کے دیکھنے کی تاب کوئی آور نہ لا سکتا تھا۔ اُس نے
ے لایزال کی یہ آواز سُنی۔ "جو تجھے تیرا رحم کہتا ہے وُہ کر"۔

اُس نے پھر اُس روح کی طرف نظر کی اور دیکھا کہ اُس کے ہاتھ اُس کی طرف التجائے پھیلے ہوئے
ں۔ پس اُس نے وُہ الفاظ پڑھے جن سے اعراف کے دروازے کی کُنڈیاں کُھل گئیں۔ اور لو۔ وُہ
ح انسانی دُنیا میں داخل ہو گئی۔

اُس وقت رات تھی اور لارڈ اودن ہیم اپنے محلوں میں اپنے جگمگاتے تخت کے صدر پر
ٹھا ہوا تھا۔ لمبے لمبے قہقہے باواز بلند لگتے تھے۔ اور مذاق اور چُہل کی آوازیں گونج رہی تھیں۔
رڈ اودن ہیم کا قہقہہ اور مذاق سب سے زیادہ بلند اور سب سے زیادہ خرّم تھا۔ اُس کے دائیں
پہلو پر ایک حسین لڑکی بیٹھی تھی اور وُہ بار بار اوروں کی طرف سے مُنہ پھیر پھیر کر اُس کے کان میں
کچھ کہتا تھا۔

اُس حسین اور نازک بیگم نے کہا۔ "او۔ تیرے لفظوں کا کون شریف عورت اعتبار کرے۔ کیا
نے حسین آئیڈا سے یہی قسمیں نہ کھائی تھیں اور ایسا ہی اظہارِ محبت نہ کیا تھا؟ اُسے تو مرے
وئے بھی صرف تین ہی مہینے ہُوئے ہیں"!

نوجوان لارڈ اودن ہیم نے جواب دیا۔ "خدائے پاک کی قسم! تو اپنے لاجواب حُسن سے سخت
انصافی کرتی ہے۔ نہیں۔ تو میرا مضحکہ اُڑاتی ہے۔ آئیڈا۔ آئیڈا سے میں اور محبت کروں!!!
پھر میں تیرے قابل کیونکر ہُوں؟" اودن ہیم کو جو کچھ محبت آئیڈا سے تھی وُہ اتنی ہی تھی کہ چند

مزاح انگیز الفاظ اور چند مرتبہ کے تبسم میں محدود ہو سکتی ہے! اور بس! کیا یہ میرا قصور تھا اگر اُس بیوقوف نے اس عام خلق کے معنے غلط سمجھے۔ نہیں۔ میری پیاری۔ یہ دل صرف تیرا ہی ہے"۔

حسین بیگم بولی "تو کیا تجھے اُس کے مرنے کا افسوس نہیں ہوا" اُس نے کہا۔ "ہاں۔ ضرور ہوا۔ مگر صرف ایک ہفتہ تک۔ اب تو میں تیری دلکش نگاہوں میں فوری تسکین پاتا ہوں"۔

اس وقت لارڈ ادن ہیم نے ایک سرد آہ اپنے پیچھے سے سُنی۔ مُنہ پھیرا مگر کچھ نہ دیکھا بجز ایک دُھوئیں کے جو فوراً ہی اُڑ گیا اور غائب ہو گیا۔

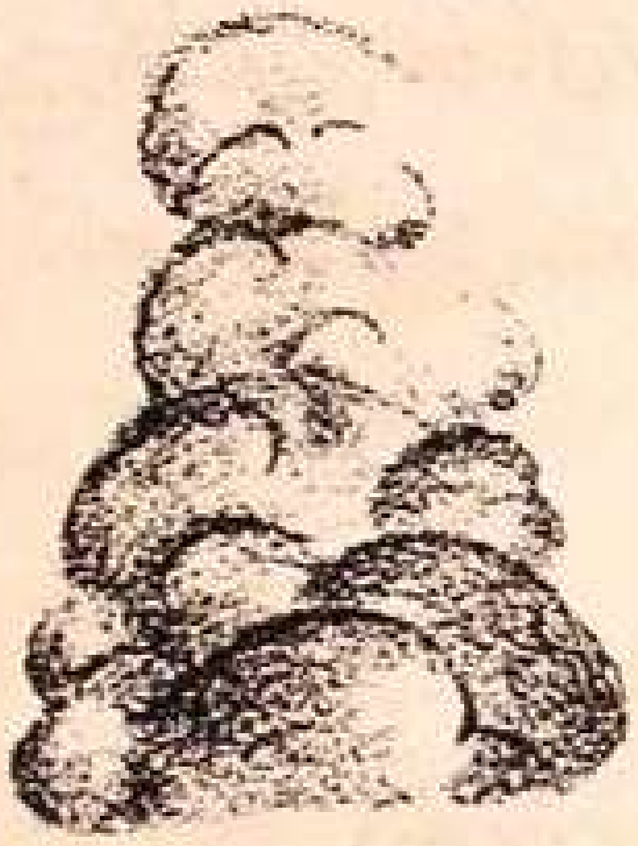

جب وُہ دھوکہ کھانے والی آئیڈا کی رُوح اعراف میں واپس پہنچی تو سیر الیم نے پُوچھا۔ کیا تو اپنے محبوب سے نہیں ملی؟ اور اس کام کو انجام نہیں دیا جس کے لئے تو گئی تھی"؟

غریب آئیڈا نے جواب دیا۔ "عذاب کے فرشتوں سے کہدو کہ اپنا عذاب شروع کریں"۔

"تو کیا صرف اِسی بات کے واسطے تو نے ہزار برس اپنی قید میں بڑھوائے ہیں"؟

"افسوس"۔ آئیڈا نے جواب دیا۔ اُس ایک واحد گھنٹے میں زمین پر جو کچھ مجھ پر بیتی۔ اُس کے مقابلے میں یہ ہزار برس کی اعراف کی تازہ تکلیف کچھ بھی نہیں"۔

سیر الیم نے کہا "تو کیا بس یہی محبت ہے جس کا دعویٰ زمین والے کیا کرتے ہیں؟؟؟

لطیف احمد (از پانی پت)

بڈھا مصوّر

آج بہت آدمی حیران ہیں کہ وہ کیا خاص بات تھی جس نے سر سید اور اُس کے کام کو دنیا کی نظر میں ممتاز بنا دیا اور ان لوگوں کو جو اُسکے پائے کو پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں کیوں نا کامیابی ہوتی ہے۔ ذیل کی سطروں میں اس کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ (عبدالرحمٰن)

...ستان کے کسی شہر میں ایک بڈھا مصوّر رہتا تھا۔ اس شہر میں اور بھی کئی مصوّر تھے۔ ایک دفعہ اس بڈھے ...ر نے ایک تصویر بنائی۔ اس تصویر میں کچھ ایسی سُرخ جھلک تھی کہ جو دیکھتا واہ واہ پکار اُٹھتا۔ یہ دیکھ کر ...مصوّروں نے اس سے دریافت کیا۔ "تو ایسا رنگ کہاں سے لاتا ہے"؟ مصوّر مسکرایا اور گردن ...ا اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

...مصوّروں میں سے کوئی رنگوں کی تلاش میں چین پہنچا اور کسی نے جاپان اور امریکہ سے نفیس نفیس نمونے ...ئے۔ سب نے تصویریں بنائیں مگر کسی میں وہ سُرخی ظاہر نہ ہوئی جو بڈھے مصوّر کی تصویروں میں جھلکتی تھی۔ ...بڈھا مصوّر برابر اپنے کام میں مشغول رہا۔ اسکی تصویریں روز بروز زیادہ چمکدار اور سُرخ ہوتی گئیں ...وہ خود زرد پڑتا گیا۔ مصوّروں نے سبب دریافت کیا مگر وہ پھر مسکرایا اور چپ ہو گیا۔

تھوڑے عرصے کے بعد وہ بڈھا مصوّر مر گیا۔ جب اُس کے ہم پیشہ مصوّر اُس کی تدفین کے لیے ...ہوئے تو اُن میں سے اکثروں نے اس رنگ کی تلاش میں اسکی تمام زنبیلوں اور بکسوں کو دیکھا مگر وہ رنگ ہاتھ نہ آیا۔ آخر جب غسلِ میّت دینے کے لئے اس کے کپڑے اُتارے تو اُنہوں نے بائیں پہلو میں عین اُس کے دل کے ...ایک بہت بڑا اور پرانا زخم پایا جسے موت نے جو سب چیزوں پہ مہر لگا دیتی ہے سکیڑ کر بند کر دیا ...۔ اب سب مصوّروں کو معلوم ہوا کہ وہ اپنا رنگ کہاں سے لاتا تھا۔

آج گو وہ مصوّر ہم میں نہیں مگر اس کا کام باقی ہے ٭

عبدالرحمٰن سہواروی (از علیگڈھ)

ریویو

مجموعہ لکچرز نواب محسن الملک۔ عالیجناب نواب محسن الملک سید مہدی علی خاں صاحب بہادر میر نواز جنگ کا نام کسی توصیف کا محتاج نہیں۔ قومی ہمدردی آپکا شعار ہے اور قومی خدمت آپ کا فخر۔ اور اس قومی ہمدردی اور قومی خدمت کی سچی جھلک آپ کی تقریروں میں بھی دیکھی جاتی ہے۔ اردو زبان کے مقرروں میں آپکا پایہ بہت بلند ہے۔ کیونکہ آپ نے مغربی و مشرقی فن تقریر کے اصولوں کو ملا کر وہ رنگ پیدا کیا ہے جو آپ ہی کا حصہ ہے۔ سر سید مرحوم کے بعد جو سلاست سادگی سچائی اور فصاحت آپکی تقریروں میں پائی جاتی ہے وہ اور کسی کو نصیب نہیں۔ ناظرین مخزن یہ سنکر خوش ہونگے کہ ملک فضل الدین صاحب تاجر کتب لاہور نے جناب نواب صاحب ممدوح کی تمام تقریروں اور لکچروں کو یکجا شائع کرنیکا ارادہ کیا ہے اور اس مجموعے کا حصہ اول چھپ کر ہمارے پاس بغرض ریویو پہنچ گیا ہے۔ ملک صاحب نے نہایت جانفشانی اور محنت سے تمام تقریروں کو بہم پہنچا کر اس اہم کام کو سر انجام دیا ہے۔ اس کتاب کی ضخامت ۵۲۱ صفحے ہے۔ تقطیع ۲۰×۲۶/۸ ہے۔ چھپائی لکھائی نہایت نفیس قیمت حصہ اول عہ علاوہ محصول ڈاک۔ (یہ کتاب مرتب یا مخزن ایجنسی سے بھی دستیاب ہو سکتی ہے) +

سفرنامہ بلاد اسلامیہ۔ اس کتاب میں جناب حافظ عبدالرحمن صاحب امرتسری نے ملک مصر و روم و شام کے باشندوں کے عادات و اطوار۔ طریق معاشرت۔ طرز تعلیم۔ مقامات قابل سیر وغیرہ نہایت تفصیل سے درج کئے ہیں۔ اس سفرنامے کا مطالعہ خصوصاً اُن صاحبوں کے لئے جنکو ان ممالک میں سفر کرنیکا اتفاق ہو بہت مفید رہیگا۔ اگر وہ اس کتاب کو اپنا گائیڈ بنائیں تو حافظ صاحب کے تجربے اُن کے لئے مفید ثابت ہونگے۔ اور جو بلاد اسلامیہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ صاحب بھی اس دلچسپ کتاب کو پڑھکر بہت محظوظ ہونگے۔ حجم ۲۴۰ صفحے قیمت فی جلد ولایتی کاغذ عہر۔ دیسی کاغذ عہ۔ مینجر انجمن ایجنسی لاہور یا مخزن ایجنسی لاہور سے یہ کتاب مل سکتی ہے +

رسالہ صابون سازی۔ اس رسالے میں مولوی قاسم الدین صاحب سابق ترجمان کابل نے مختلف انگریزی کتب سے اخذ کر کے ہر قسم کے دیسی و انگریزی صابون بنانے کے بہت سے نسخے درج کئے ہیں۔ اور مصالحہ صابون سازی کی کیفیت و ماہیت بوضاحت بیان کی ہے۔ علاوہ ازیں اسی علم کے متعلق اور بھی بہت سی مفید اور کار آمد باتیں بتائی گئی ہیں۔ چونکہ ہمارے ملک میں صنعت و حرفت کے متعلق رسالوں کی بہت ضرورت ہے اس لئے اس رسالے کی قدردانی لازمی ہے۔ قیمت ۱۰ لکھائی چھپائی اچھی۔ مؤلف یا مخزن ایجنسی سے یہ کتاب مل سکتی ہے +

ایک ہندوستانی لڑکے کا گیت

ن نے جس زمیں میں پیغامِ حق سُنایا — نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
یوں نے جس کو اپنا وطن بنایا — جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھڑایا

میرا وطن وُہی ہے میرا وطن وہی ہے

یوں کو جس نے حیران کر دیا تھا — سارے جہاں کو جس نے علم و ہنر دیا تھا
کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا — تُرکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا

میرا وطن وُہی ہے میرا وطن وہی ہے

ب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے — ٹوٹے تھے جو ستارے فارس[۱] کے آسماں سے
ت کی[۲] نے سُنی تھی دُنیا نے جس مکاں سے — میرِ عرب[۳] کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

میرا وطن وُہی ہے میرا وطن وہی ہے

ے کلیم جس کے پربت جہاں کے سینا — نوحِ نبی[۴] کا ٹھہرا آکر جہاں سفینا
نت ہی جس زمیں کے بامِ فلک کا زینا — جنّت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وُہی ہے

م کا جو وطن ہے جاپان کا حرم ہے — عیسیٰ کے عاشقوں کا چھوٹا یروشلم[۵] ہے
ن جس زمیں میں اسلام کا حشم ہے — ہر پھول جس چمن کا فردوس ہے ارم ہے

میرا وطن وُہی ہے میرا وطن وہی ہے

(اقبال)

نی پارسی قوم۔ ۲ کرشن جی کی بانسری کی طرف اشارہ ہے۔ ۳ جنابِ سرورِ کائنات کی حدیث ہے۔ "مجھکو ہندوستان کی طرف سے
ڈی ہوا آتی ہے"۔ ۴ ہمالہ کی چوٹی اب تک "نوبندہن" کہلاتی ہے۔ ۵ سینٹ ٹامس (حضرت مسیح کا ایک شاگرد جو عیسائی مذہب
لین کے لئے سب سے پہلے ہندوستان میں آیا) کی قبر جنوبی ہندوستان میں ہے۔ بعض کے خیال میں حضرت مسیح علیہ السلام بھی کشمیر میں مدفون ہیں۔

رات کے بیچین گھنٹے

دس گیارہ بجے رات کو سناٹے اور خاموشی کے عالم میں چاند کا نظارہ بھی ایک عجیب نظارہ ہے جس کو ہم روزانہ دیکھتے ہیں اور روزانہ ایک نئی دلچسپی پاتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی زیادہ دلچسپ وہ نظارہ ہے جسکو شاعرانہ مشاہدہ کہتے ہیں جبکہ ایک شاعر کسی قدرتی حسن کو دیکھتے دیکھتے یا اُس کے خط وخال کی تصویر کھینچتے کھینچتے ایک بار اس کی اندرونی خوبیوں اس کے کیرکٹر اور اُس کے اخلاقی اثر کا قد آدم آئینہ اپنے سامنے رکھ لے اور جب وہ اُس آئینے میں خود اپنے حُسن وعیب کا مشاہدہ کرکے متاثر ہو یا دوسروں پر اسکا عکس ڈالے۔

ذیل کے پہلے بند میں شاعر چاند کا سطحی مشاہدہ کرتا ہے۔ پھر بلند ہو کر اس کا مد مقابل بنتا ہے اور آخر میں انسانی کارناموں اور نظامِ ہستی پر روشنی ڈالتا ہوا اور یہ شعر پڑھتا ہوا ؎ آسماں بارِ امانت نتوانست کشید۔ قرعہ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند۔

گہرے تاریک خیالات میں ڈوب جاتا ہے :-

دُنیا تمام غفلت کی نیند سو رہی تھی — اور شورشِ جہاں تک خاموش ہو رہی تھی
سناٹا کل فضائے عالم پہ چھا چکا تھا — پچھلے پہر کا گھنٹہ بارہ بجا چکا تھا
وقتِ رواں کا ہر دم ہوتا تھا یہ اشارا — اے سونے والو دیکھو تم مجھ کو آشکارا
میرا قدم ازل سے کل کائنات پر ہے — اک نقشِ پا ہے دن پر اور ایک رات پر ہے
خمخانۂ فلک میں رندوں کا جمگھٹا تھا — محفل سکوت کی تھی اور دور چل رہا تھا
چوٹی سے کوہ کی تھی اک جوئے نور جاری — اور روشنی کا گویا برسا رہی تھی پانی
میں نے جو غور کرکے دیکھا تو چاند تھا وہ — بادل کی جھاڑیوں میں تھا راہ ڈھونڈھتا وہ

تنہائی محض نے تھا ایسا۔ مجھے اُبھارا

بے اختیار ہو کر میں نے اُسے پکارا

...ے پھرنے والے دشتِ غربت میں آسماں کے | اے رہ نوردِ یوسفِ انجم کے کارواں کے
...ے رات کے مسافر بے زادِ راہ و ساماں | کس مُنہہ سے اپنے گھر ہم تجھ کو بلائیں مہماں
...بیبا ! آہ گھر بھی تو یاں نہیں کوئی ہے | ہر شے میں غیریت ہی ہر چیز اجنبی ہے
...ج ہیں بتانے کو تیرا ہاتھ میں ہوں | چل جس طرف کو چلنا ہی تیرے ساتھ میں ہوں
...یس میں ہوا ہوں آکر تباہ میں بھی | تیری طرح چلا ہوں بے زادِ راہ میں بھی
...تا ہوں زندگانی کے توسنِ رواں پر | اک پاؤں ہے زمیں پر اور ایک آسماں پر
...طرح اُبھر کر جاتا ہوں ڈوب میں بھی | یعنی طلوع ہوتا ہوں اور غروب میں بھی
...ے ہوئے مجھے بھی تاریکیِ محن ہے | تیری طرح سے میرے بھی واسطے گہن ہے
...ی ہوں گاہ روشن اور گاہ ماند میں ہوں | بس ایک چاند تو ہے اور ایک چاند میں ہوں
...ہ کہ تجھ سے روشن رہتی ہے آدھی دنیا | میں وہ کہ مجھ سے رونق پکڑے ہے ساری دنیا
...ی زمیں پر انجم ہے میری روشنی سے | دن ہو رہا ہے میری تجلی کی روشنی سے

اے ماہِ آسماں من آں ذرّہ زمینم
صد ماہ چوں تو پنہاں در جیب داشتینم

...ے چاند حال میرا تجھ سے چھپا نہیں ہے | تو اور میں ہوں کوئی یاں دوسرا نہیں ہے
...ب نوشت عرانہ میری تعلیاں تھیں | لفاظیاں تھیں اور سب رنگیں بیانیاں تھیں
...ن کان دھر کے اپنی بیتی تجھے سناؤں | میرا تو حال یہ ہے میں تجھ سے کیا چھپاؤں
...رفاں کا جیسے مارا ساحل کو ڈھونڈھتا ہو | یا وہ تھکا ہوا جو منزل کو ڈھونڈھتا ہو
...جیسے وہ پتنگا جو کھیل جائے جی پر | اور دوڑ کر گرے جو شعلے کی روشنی پر
...جس طرح وہ بیوہ جو غم میں جل رہی ہو | اور خاک اپنے شوہر کی جو کرید تی ہو
...صدیاں گذر گئی ہیں مجھ کو تلاش کرتے | خالق کو اور اس کے اسرار فاش کرتے

جانچی ہیں میں نے برسوں خورشید کی شعاعیں
ذرّوں پہ مَیں نے برسوں دوڑائی ہیں نگاہیں

تہ تک سمندروں میں غوطے لگا گیا ہُوں
پتال تک زمیں کے اندر چلا گیا ہُوں

تحتُ الثّریٰ سے گذرا اُڑتا زقند بھرتا
افلاک پھاڑتا اور اجسام قطع کرتا

چمکا کبھی افق پر خورشید شرق بنکر
تڑپا کبھی فضائے عالم میں برق بنکر

اُونچا بہت غباروں میں بیٹھ کر اُڑا ہوں
بادل میں چھپ گیا ہُوں تاروں میں ملگیا ہوں

سیرِ عدم کر آیا میں اسپتنک اوڑاتا
گذرا صراط پر سے بائیسکل اوڑاتا

جنّت میں جا کے وعدے لے آیا حور سے مَیں
دوزخ کا دیکھ آیا دروازہ دُور سے میں

شمس و نجوم کی مَیں رفتار دیکھ آیا
اور کائنات کے کل اسرار دیکھ آیا

کیا دورہ کواکب اور کیا قیامِ شمسی
دیکھا پڑا ہے میرا سارا انظامِ شمسی

گردش کی شکل میں نے اِس طرح کھینچدی ہے
گویا زمین میری انگلی پہ گھومتی ہے

دُنیا کا کام سارا تجھ سے نکل رہا ہے
یہ کارخانہ میرے پُرزوں سے چل رہا ہے

لیکن تمام اس سرگردانی کا نتیجہ
یہ ہے۔ کہ سر جھکائے افکار میں ہُوں بیٹھا

تحقیق اور تجسّس کے دام میں پھنسا ہوں
وسواس میں گھرا ہوں اوہام میں پھنسا ہوں

کہنے کو ہوں میں فارغ کہلانے کو ہُوں کامل
جو چیز ہے فراغت مجھ کو کہاں ہے حاصل؟

سب زندگی کی خوشیاں میں خاک میں ملا کر
بیٹھا ہُوں دونوں ہاتھوں پر اب دھرے ہُوئے سر

صحرا میں آہو بھرتے ہیں جب کلیلیں
بے فکر ہو کے جب وُہ سبزے پہ لوٹتے ہیں

گرتے ہیں جبکہ بھونرے پُھولوں کے جامِ مُل پر
جب بُلبلیں مچاتی ہیں شورِ شاخ گل پر

چشموں پہ غول باندھی چڑیاں جب آگری ہیں
جب وُہ پروں سے اپنے پانی اُچھالتی ہیں

اُس وقت میرے دِل پر اِک ابر چھا گیا ہے
اور وُہ برس کے گھنٹوں مجھ کو رلا گیا ہے

اُس وقت میں نے جانا ہے زندگی یہی ہے
اصلی خوشی یہی ہے زندہ دلی یہی ہے

پھر سوچ کر کہ میرا کیا حال ہے مَیں کیا ہُوں
بس چوندھیا گیا ہُوں ایسا کہ چیخ اُٹھا ہوں

آیا علم وفن کی ہیں ایسی روشنی سے ‏ گذرائیں ایسے جینے اور ایسی جاگنی سحر
ے لذتوں کے پھندو تم میری جان چھوڑو ‏ اَے حوصلو مجھے تم کوئی تو آن چھوڑو
ے علم میں فضیلت سے تیری باز آیا ‏ اَے عقل میں ہدایت سے تیری باز آیا
زاک نہ اک بکھیڑا تو نے لگا دیا ہے ‏ جب تو نے رائے دی ہے مجھ کو پھنسا دیا ہے
ے عشق جان تجھ سے اپنی بچا رہا ہوں ‏ اَے شوق تجھ سے پیچھا اپنا چھڑا رہا ہوں
ں راہ تم نے چاہا ہے مجھ کو لے چلے ہو ‏ تم کھینچتے چلے ہو تم پھیلتے چلے ہو
آے اُمید تو نے مجھ کو بہت تھکایا ‏ اَے آرزو کے پودو کچھ تم سے پھل نہ پایا
ے جذبِ حُسن اَور اَے جوش شباب رخصت ‏ اے ذوق شوق عشق خانہ خراب رخصت
س اَی عروس دُنیا اب میں الگ رہونگا ‏ اب اَے بہشت تجھ کو میں لیکے کیا کرونگا

در محفلے کہ یاراں شربِ مدام کردند
چوں نوبتِ من آمد آتش بجام کردند

ے چاند دو بجے ہیں اور میں بھی تھک گیا ہوں ‏ یہ نیند کا نشہ ہے جو کچھ بہک گیا ہوں
سانہ حُسن چکا تو میرا مری زبانی ‏ زنہار تو کسی سے کہنا نہ یہ کہانی
ورشِ جہاں میں مُہرِ سکوت شب ہے ‏ لوحِ طلسم ہے تو ٹوٹا تو بس غضب ہے
ربمُہرِ قدرت کے راز تیرے سر ہیں ‏ اس میکدے کی کُنجی ہے تیری ہی کمر میں
ں ہوں کلیم تیرا اور شمع طور تو ہے ‏ نادرہ کے ہاں یغما میں کوہ نور تو ہے
انہ میں ازل سے تیرے چراغ کا ہوں ‏ بچپن سے جرعہ کش میں تیرے ایاغ کا ہوں
ے جامِ خواب راحت میرے قریب آجا ‏ آنکھوں میں میری ملجا دل میں مری سما جا
وڑی رات جو ہے کٹ جائے مجھ کو سوتے ‏ اور تازہ دم میں اُٹھوں ایسا کہ صبح ہوتے
دوں طلسمِ بحرِ ظُلمت کو توڑ کر میں ‏ موتی کی طرح نکلوں دامن نچوڑ کر میں

بس آنکھ بند کرکے خاموش ہو گیا میں
دو جھونکے ایسے آئے کہ مجھ کو سو گیا میں

(نادرہ)
[illegible]

ایک حسینہ اور جگنو

یہ دلچسپ نظم ہمارے لطف فرما منشی درگا سہاے صاحب سرور جہان آبادی نے پروفیسر اقبال صاحب کی نظم جگنو و صبح کا ستارہ کے تتبع پر لکھی ہے اور باوجود تقلید کے بھی جو رنگ اس اپنے خاص انداز سخن میں پیدا کیا ہے نہایت لطیف اور دل کش ہے۔

حسینہ

جگمگاتا نہ شب تار میں جگنو ہو کر
کاش! رہتا مری خاتم میں نگیں تو ہو کر

میرے ماتھے کا چمکتا ہوا جھومر ہوتا
تو مرے حسن دل افروز کا زیور ہوتا

کیا چمکتا ہے شب تار میں تنہا جگنو
آ! مری چاند سی جگنی پہ چمک جا جگنو

دے نگاہوں سے نہ دھوکا مجھے تو گم ہو کر
کہ مرے لب پہ چمک برق تبسم ہو کر

آتش حسن کا تو کاش! شرارہ ہوتا
چھوٹے کیڑے! مری افشاں کا ستارہ ہوتا

مرے ماتھے پہ چڑھے چاند کا ٹکڑا ہو کر
تو چمکتا مرے جوبن کا نصیبا ہو کر

کاش! تو سوز غم عشق کے قابل ہوتا
چھین لیتی۔ کسی عاشق کا اگر دل ہوتا

شب کو جھم جھم مری مٹھی میں چمکتا ہوتا
اور کھڑا تجھ کو ندیدہ کوئی تکتا ہوتا

جگنو

مرے امکاں میں جو ہوتا تو نہ جگنو ہوتا
او حسینہ! تری پازیب کا گھنگرو ہوتا

یا ترے حسن گلو سوز کا گہنا ہو کر
شب کو گردن میں چمکتا تری کنٹھا ہو کر

او حسینہ! ترے زیور کے جو قابل ہوتا
تیری گردن میں میں چھوٹی سی حمائل ہوتا

یا قبا کا میں تری تکمہ زرکش ہوتا
یا ترے حسن کا میں شعلہ سرکش ہوتا

یا ہتھیلی پہ تری پارۂ اخگر ہو کر
کسی عاشق کا چمکتا دل مضطر ہو کر

گرمیِ سوزِ محبت سے جو تو اُف کرکے
پھینک دیتی۔ مری حالت پہ تأسف کرکے
شعلۂ رُخ کا ترے محوِ نظارہ ہوکر
میں چمکتا کسی کونے میں شرارہ ہوکر
جل کے پھر خاک میں جل تجھ کے فنا ہو جاتا
تجھ پہ میں صورتِ پروانہ فدا ہو جاتا

جگنو کا سوز

میں غریب آہ! اگر جلنے کے قابل ہوتا
کسی محفل میں چراغِ سرِ محفل ہوتا
شب کو اُڑتا نہ چمکتا ہوا کیڑا ہوکر
ٹوٹ پڑتا کسی شعلے پہ پتنگا ہوکر
کسی مہجور کا داغِ دلِ سوزاں ہوتا
کسی مہجور کی آہِ شرر افشاں ہوتا
سوزشِ داغِ محبت کا حرارہ ہوکر
آگ کا شب کو چمکتا میں شرارہ ہوکر
کسی محفل میں سلگتی ہوئی مجمر ہوتا
کسی فانوس میں میں شعلۂ مضطر ہوتا
کسی عاشق کا چراغِ سرِ مدفن ہوکر
جھلملاتا کسی ویرانے میں روشن ہوکر
کسی تفسیدہ کا ارمان بھرا دل ہوتا
کسی ننھی سی ہتھیلی پہ تپاں دل ہوتا
دردِ جگر کسی پہلو میں چمکتا شب کو
شررِ نالۂ دلجو میں چمکتا شب کو
سوزِ پروانے کے پردے میں نمایاں ہوتا
شب کو محفل میں حسینوں کی چراغاں ہوتا
یہ چمکتا میں کسی پھول پہ جگنو ہوکر
کہ ڈھلکتا کسی رخسار پہ آنسو ہوکر
گرمیِ سوزِ تپِ غم سے پگھلتا ہوتا
کسی زانو۔ کسی دامن پہ مچلتا ہوتا
لیلیِ حسنِ ازل کا جو اشارہ ہوتا
نجد میں قیس کی آہوں کا شرارہ ہوتا
آسماں مجھ کو اگر سوزِ محبت دیتا
ایک کیڑے کو جو پروانے کی قسمت دیتا
سر ترے حسن کے شعلے سے پٹکتا ہوتا
شجرِ وادیِ ایمن پہ چمکتا ہوتا
آہ! میں تشنہ لبِ ذوقِ شہادت ہی رہا
تجھ سے محروم میں اے سوزِ محبت ہی رہا
سوزشِ عشق کے قابل جو نہ پایا ہوتا
ایک کیڑے کو نہ اللہ بنایا ہوتا

سرور جہان آبادی

شاہ اور ہم

(یعنی)

سرُورِ قناعت

جن حضرات نے ڈاکٹر میکے کی دلچسپ نظم (پلیثر زآف کنٹنٹمنٹ) پڑھی ہوگی وُہ فوراً تاڑ جائینگے کہ ہمارے کرمفرما مسٹر طالب نے ذیل کی نظم کا خاکہ اسی مضمون سے اُڑایا ہو مگر بغور ملاحظہ سے ان دونوں میں زمین آسمان کا تفاوت نظر آیگا - دراصل یہ نظم نہ کوئی ترجمہ ہے اور نہ تقلید مگر اس کا طرزِ بیان خود کہے دیتا ہے کہ کسی نظم کا چربا اُتارنا اور اُسے اور بخیل بنا دینا طالب صاحب کے ہی حصّے میں آیا ہے :-

اگر شاہ مُلکِ ارم کا مکیں ہے — بھرے گھر میں رنجش سے خالی نہیں ہے
ہماری طرح وُہ بھی اندوہگیں ہے — اُسے فکرِ دُنیا - ہمیں فکرِ دیں ہے
وُہ اپنے الم میں ہم اپنے الم میں
رہا فرق کیا شاہ میں اور ہم میں؟

بظاہر سرِ شاہ پر تاجِ زر ہے — مگر باطناً روز و شب خوفِ سر ہے
وہاں قلب مجروح - زخمی جگر ہے — یہاں تیغ کا ڈر نہ فکرِ سپر ہے
ہم آرام میں شاہ رنج و سُقم میں
یہی فرق ہے شاہ میں اور ہم میں

وہاں خوانِ نعمت مگر اشتہا کم — یہاں اشتہا پر سوالِ غذا کم
نہیں ہم کو اصلاً خیالِ سوا کم — قناعت - ہمارا خزانہ - ہے کیا کم؟

ہم آسودہ دل۔ شاہ حرصِ نعم میں

یہی فرق ہے شاہ میں اور ہم میں

...ں چاپلوسی۔ تملق۔ خوشامد　　خوشامد برآمد سے بنتا سرآمد

...زگی دلِ دوستاں کی شد آمد　　وفا کی جدا مد۔ جفا کی جدا مد

نہ خوش مدح میں ہم۔ نہ مغموم ذم میں

یہی فرق ہے شاہ میں اور ہم میں

...شاہ کے ہاتھ میں جامِ جم ہے　　یہاں اوک اپنا جو ہے۔ کس سے کم ہے؟

...شاہ بجائے ناز و نعم ہے　　دلِ اپنا غنی ہے۔ غنیمت یہ دم ہے

جو ہم میں ہے وہ شاہِ والا حشم میں

رہا فرق کیا شاہ میں اور ہم میں

... بدخواب ہیں۔ نومِ شب کھو رہے ہیں　　مگر پاؤں پھیلائے ہم سو رہے ہیں

...ں دیدۂ شاہ خوں رو رہے ہیں　　یہاں اپنے آنسو گہر ہو رہے ہیں

ہم آزاد غم سے وہ پابند غم ہیں

یہی فرق ہے شاہ میں اور ہم میں؟

...ئی شاہ بادل بلا دے تو جانیں　　کوئی برق و باراں گرا دے تو جانیں

...ئی حرفِ قسمت پڑھا دے تو جانیں　　مقدّر کا لکھا مٹا دے تو جانیں

نہ ہم میں یہ قدرت نہ اُس ذی ہمم میں

رہا فرق کیا شاہ میں اور ہم میں ؟

...ہاں جو فروش اور گندم نما ہیں　　جو اعیانِ دولت ہیں زر آشنا ہیں

...ہاں جتنے دم ساز ہیں بے ریا ہیں　　نہ اہلِ غرض ہیں نہ اہلِ دغا ہیں

ہم اہلِ کرم ہیں وہ اہلِ ستم ہیں

یہی فرق ہے شاہ میں اور ہم میں

وہاں غلبۂ حرصِ کشورکشائی — یہاں مُلکِ تسلیم کی بادشاہی
وہاں فرشِ سندس - بساطِ غنائی — یہاں بوریا مسندِ بے ریائی
ہم آزادہ فکرِ دام و درم میں
یہی فرق ہے شاہ میں اور ہم میں

وہاں جاہ داں رشکِ جاہ و نعم ہے — حضوری میں ہر مدح - غیبت میں ذم ہے
یہاں ایک ساں حالتِ بیش و کم ہے — نہ آنے کی شادی نہ جانے کا غم ہے
کھُلے بند ہم شاہ قیدِ خدم میں
یہی فرق ہے شاہ میں اور ہم میں

وفورِ دوَل میں مسرّت نہیں ہے — وہ مسرور ہے جو قناعت گزیں ہے
جسے فرشِ سنجاب سطحِ زمیں ہے — اُسی کا دلِ پاک عرشِ بریں ہے
ہم اور شاہ یکساں ہُوئے جب شیم میں
رہا فرق کیا شاہ میں اور ہم میں؟

یہاں نیتِ نیک تاجِ ہُدا ہے — یہاں عرشِ دل سدرۃُ المنتہا ہے
یہاں قلب فارغ مسرّت فزا ہے — جگر دولتِ عافیت سے بھرا ہے
ہم آلام داخل سمجھتے ہیں سم میں
یہی فرق ہے شاہ میں اور ہم میں

ہمیں گنجِ عرفان وادراک بس ہے — کہ اللہ بس اور باقی ہوس ہے
ہوا و ہوس سے حذر ہر نفس ہے — نہ ذوقِ جہاں ہے نہ شوقِ قفس ہے
ہمارے قدم ہیں تلاشِ قدم میں
یہی فرق ہے شاہ میں اور ہم میں

...م شجر ہیں۔ صدف میں گہر ہیں ۔۔۔ گہن میں اگر ہیں تو مثلِ قمر ہیں
...آہ و نالے میں ہیں تو اثر ہیں ۔۔۔ نہاں نیشکر میں مثالِ شکر ہیں
کسی حال میں ہم نہیں پیچ و خم میں
یہی فرق ہے شاہ میں اور ہم میں

...ں نزع ہے اور وُہی جاں کنی ہے ۔۔۔ ولادت وُہی ہے وُہی مُردنی ہے
...م پر وُہی جانِ شہ پہ بنی ہے ۔۔۔ فقط شاہ میں کبریا و منی ہے
ہم آہ و فغاں میں وہ طبل و علم میں
یہی فرق ہے شاہ میں اور ہم میں

...کوئی مغلوب ہو یا کہ غالب ۔۔۔ سیہ بخت یا کامیابِ مطالب
...ا ہو گیا رُوح سے جبکہ قالب ۔۔۔ برابر ہوئے دونوں مطلوب و طالب
بالآخر گئے دونوں یکساں عدم میں
رہا فرق کیا شاہ میں اور ہم میں؟

طالب بنارسی (از بمبئی)

دانۂ رزق

دامِ تدبیر میں ہے دانۂ رزق ۔۔۔ دستِ کوشش میں ہے خزانۂ رزق
بے تردد کہاں ملی روزی ۔۔۔ بحثِ مقسوم ہے فسانۂ رزق
فکرِ آبا و اُمہات و عقول ۔۔۔ طُعمۂ جستجوئے دانۂ رزق

حُسن و عشق و نیاز و ناز و غرور — سر بہ سر خاکِ آستانۂ رزق
درس و تحقیق و اختراع ابداع — بدعتِ خاصِ عارفانۂ رزق
حملہ و جنگ و حکمتِ عملی — جوہرِ تیغِ خسروانۂ رزق
ہفت اقلیم ہفت آرائش — پنج نوبت ہے پنجگانۂ رزق
نکتہ چینی و نکتہ پردازی — شعبۂ عرضِ شاخسانۂ رزق
ہے اسی سے لگی فلک پر آنکھ — نسرِ طائر بھی ہے نشانۂ رزق
ہیئت و رمل و جفر و سحر و طلسم — پردہ بازیِ کودکانۂ رزق
ذرّہ ذرّہ ہے رزق کا بندہ — ہے یہ دُنیا طلسم خانۂ رزق
زرق و تلبیس و مکر و زُور و فریب — حیلۂ عام عامیانۂ رزق
ذکر یا منعم اور یا رزاق — ظاہرًا باطنًا ترانۂ رزق
صومِ صائم ہے ایک اسی کی گھات — بھوک مرنا بھی ہے بہانۂ رزق
وجدِ صوفی اسی کی کیفیت — زہدِ زاہد مےِ شبانۂ رزق
توڑ کر پاؤں بھی جو بیٹھا ہے — وُہ بھی ہے چُغدِ آشیانۂ رزق
رُوئے کونین ہے اسی کی طرف — زُلفِ ہستی ہے اور شانۂ رزق
اس سے محروم کب ہے مورِ ضعیف — اللہ اللہ کارخانۂ رزق

فکر ہے پھر بھی فکر کیا آزاد
دستِ رازق میں ہے خزانۂ رزق

آزاد (عظیم آبادی)

مذہب اور سائنس

آج ہم ایک دردناک فرض ادا کرتے ہیں - یعنی اپنے ایک مرحوم دوست کا وہ مضمون جسے ہم اُنکی زندگی میں شائع نہ کر سکے - درجِ رسالہ کرتے ہیں - جولائی و اگست ۱۹۰۲ء کے پرچوں میں ایک مضمون بہ عنوانِ مندرجہ بالا شائع ہوا تھا - جو منشی سراج الدین احمد صاحب مالک و ایڈیٹر اخبار زمیندار کے زورِ قلم کا نتیجہ تھا - محمد اکبر خاں صاحب بی - اے (مرحوم نے) اپنے والد ماجد کی اس نظم کا جواب نظم میں لکھا - کچھ عرصہ تو وہ جواب انہیں کے پاس پڑا رہا - پھر وُہ نظم ہمیں عنایت ہُوئی - اُس وقت بعض وجوہ سے اُس کی اشاعت میں دیر ہو گئی - اور پھر وہ ملتوی شدہ مضامین میں ایسا شامل ہُوئی - کہ مدت تک اس کے دیکھنے کی بھی نوبت نہ آئی - ہمیں کیا معلوم تھا کہ اس قابل نوجوان کو اتنی جلدی بلاوا آ جائیگا اور وہ اپنے باپ اور بھائیوں اور دوستوں کو داغِ مفارقت دے جائیگا - اب وُہ تو مح و ذم سے مستغنی ہو کر عالمِ بالا میں جاگزین ہو گئے - اگر احباب کو ان کا یہ مضمون دلچسپ معلوم ہو تو بہترین داد یہ ہے کہ انہیں دُعائے مغفرت سے یاد کریں :-

...یک دن سائنس مجھ سے آکے یوں کہنے لگا ‌‌ ‌ اِک جہاں میں آجکل ڈنکا مرا ہے بج رہا
...یں جو سچ ہوتا ہے کہہ دیتا ہوں سب کے سامنے ‌ ‌ پادری قاضی برہمن جو ہو - بے روئے ریا
...وپ چلاتا رہا ہاتھوں سے مرے روم میں ‌ ‌ اور شوالے میں مہادیو مجھ سے بیٹھا ہے خفا
...دیکھ کر مجھ کو موذن نے دھرا کانوں پہ ہاتھ ‌ ‌ پنج وقتہ ہے عبث اپنا گلا وُہ پھاڑتا
...چرچ اور مندر جہاں جا کر ہُوا میں نعرہ زن ‌ ‌ بس وہیں گم ہو گئی آوازِ ناقوس و درا
...میں نہ سنتا ہوں بشپ[1] کی نے امامِ شہر کی ‌ ‌ چینختا رہتا ہے مذہب میرے ہاتھوں سے سدا
...وہم ہے اس کا یقیں اور ہو یقیں عین الیقیں ‌ ‌ اعتقادِ محض پر سکہ رواں ہو آپ کا

[1] عیسائیوں میں گرجے کا اعلیٰ پادری ۱۲

مدعی میرے ہوئے مذبح پہ مذہب کے ہلاک
جو ستم اُس نے کئے اس کا خدا ہے جانتا

اس کے بیہودہ تعصب سے ہوئیں خونریزیاں
یاد کرنے سے ہے جن کے اک زمانہ کانپتا

شہر معمولی سا اِک شہروں میں ہے یوروشلیم
پر اسے لینے کو اک یورپ کا یورپ چل پڑا

مظہرِ رُوح القدس اُس کو سمجھ کر۔ ندیاں
بہ گئیں خوں کی۔ ہزاروں ہو گئے صیدِ فنا

رحم کھایا پھر بھی انساں پر نہ مذہب نے کبھی
اس کی قائم ہے ضعیف الاعتقادی پر بنا

اب تلک لہرا رہا ہے اس کا جھنڈا سُو بسُو
طشت میں اس کے ابھی تک خوں ہو لاکھوں کا بھرا

کھنچ رہی ہے اب تلک تلوار اس کے نام پر
آڑ میں اس کی کئے جاتے ہیں حملے جابجا

اس نے اپنے آپ کو سچا بنانے کے لئے
مختلف فرقوں کو آپس میں لڑایا بارہا

ہے زمانے کی ترقی کا مزاحم اس قدر
دشمنِ تہذیب گر کہئے اسے۔ ہوگا بجا

مُجھ کو دیکھو اِک زمانے میں ضیا مجھ سے ہوئی
چار سُو تھا گرچہ طُوفاں بے تمیزی کا بپا

مجھ کو دیکھو میرے جلوے سے ہُوا عالم میں نُور
چھا رہی تھی ہر طرف گو ایک ظلمت کی گھٹا

مَیں نے بتلایا گلیلو[1] کو فلک کا راز سب
سیب نیوٹن[2] کو دکھایا باغ میں گرتا ہُوا

مَیں نے ہرشل[3] کو بنا دی دُوربیں شب کو جسے
رکھ کے سیاروں کی گردش کا لگاتا تھا پتا

رہبری سے میری کولمبس[4] وہاں پہنچا جہاں
دیکھنے پر اُس کو عالم ہی نظر آیا نیا

برق مضطر آسماں پر ہنس رہی تھی۔ تار میں
ہند کے کام اس سے مَیں نے قاصد کا لیا

بھاپ سے مَیں نے چلائیں جابجا صدہا کلیں
ہر سٹیشن پر مرا ہے "آتشی گھوڑا" کھڑا

صنعت و حرفت کا میں نے کر دیا بازار گرم
نرخ مشرق اور مغرب میں برابر ہو گیا

الغرض انساں کو دیدی مَیں نے قدرت کی کلید
جو اسے ہر کام میں ثابت ہُوئی مشکل کشا

علت و معلول کا ہے سلسلہ جاری یہاں۔
عالمِ اسباب ہے یہ۔ مَیں نے اس سے کہہ دیا

پر یہ ہے انساں کا خاصہ جب سبب ملتا نہیں
ہو کے سرگرداں یہ کہہ دیتا ہے "مولا کی رضا"

---

[1] موجد دُوربین۔ [2] دریافت کنندہ مسئلہ کشش ثقل [3] ماہر علم ہندسہ نجوم [4] دریافت کنندہ براعظم امریکہ۔

سی ہستی نامعلوم و اعلیٰ کی طرف
رگی پھیلی ہوئی تھی جہل کی یوناں میں جب
ست بیکو[۵۲] جام پے در پے چڑھاتا تھا کبھی
پنے مندر میں اپولو[۵۴] کی بھی عزّت کم نہ تھی
ب تو اُن میں سے نظر آتا نہیں کوئی کبھی
ز میں نے کہہ رہا کے اس قدر بتلا دیئے
ب نہ بیکو ہے نہ کیوپڈ ہے کوئی یُونان میں
الغرض معلوم ہو جاتے ہیں جب اسباب سب
دیوتاؤں کی ضرورت پھر نہیں رہتی کوئی
تھا نشاں مطلق نہ کچھ تہذیب کا دُنیا میں جب
پر نہ مقصد اُن سے جب حاصل ہوا اپنا تو پھر
مختصر کر دی گئی تعداد اُن کی بعد میں
رہ گئے دنیا میں پھر معبود گنتی کے مگر
یادگار اس عہد کی باقی ہے اب تک دیکھئے
تھا اکیلا چونکہ میداں میں نہیں تھا کوئی اور
ہے تری تخیل ہی ساری یہ انسانِ ضعیف
یُوں نہ کُن کہنے سے پیدا ہو گئی تھی کائنات
ہو مجرّد یا کہ مادی یا خُدا خود ہو یہاں
قصّہ کوتہ گو اُسے واعظ بُرا مانے مگر

کر کے منسوب اس کو پایا اپنا لیتا ہر جھگڑا
بادلوں میں چین سے رہتا تھا ولکن[۵۱] دیوتا
اور کیوپڈ[۵۳] اپنی تیر اندازیوں میں محو تھا
تھا المپس[۵۵] پر ہمیشہ دیوتوں کا جمگھٹا
ہے اُڑا کر لے گئی شاید اُنہیں بادِ صبا
تنگ آ کر آ کے ولکن نے لپیٹا بسترا
ہند میں۔ شوجی نہ وشنو اور نہ کوئی برہما
دیوتاؤں کو نہیں بھولے سے انساں پوچھتا
تھا اُنہیں توضیح مطلب کے لئے اس نے گھڑا
قدرتی اشیا سے ہوتے تھے طلب سب مُدعا
دیوتا اچھے بُرے سمجھے گئے اُن کی بجا
حشو و فتر تجربہ نے اُن کو ثابت کر دیا
یہ بھی رسوا ہو کے آخر چلد یئے سُوئے بقا
ایک۔ جس کو کہنے والے کہتے رہتے ہیں خُدا
گاڈ۔ پرمیشر۔ اللہ۔ یزداں۔ سبھی کچھ بن گیا
جس کو تو کہتا ہے اُس نے ہے تجھے پیدا کیا
ڈارون کا ہے یہاں جاری اصُولِ ارتقا
گود میں قدرت کی پاتے ہیں سبھی نشو و نما
مَیں سمجھتا ہُوں بکھیڑا ہے یہ سب پھیلا ہوا

۵۱ یونانی دیوتا۔ ۵۲ شراب کا جن۔ ۵۳ عشق کا دیوتا۔ ۵۴ یُونانیوں کا مشہور دیوتا۔ ۵۵ یونانیوں کی حکایات میں ایک پہاڑ جو دیوتاؤں کا مسکن ہے۔

کیا خدا کو تھی غرض دُنیا میں یُوں پھیلے فساد
یا نہ شر و خیر سے واقف تھی ذاتِ کبریا

یا اُسے معلوم تھا یہ فتنۂ محشر ہے جسے
لامکاں سے دیکھ کر اب ہی مزے وُہ لے رہا

تھا بھلا منظور آدم کا اگر شیطاں کو کیوں
اس نے بہکانے کو پیدا ساتھ اس کے کر دیا

کیا نہ قدرت تھی خُدا کو عقلِ کامل دے اُسے
کیا نہ چُھٹ جاتا سزا سے گر اسے ہوتی عطا

پھینک کر دریا میں کہتا ہے کہ دامن تر نہ ہو
وائے مذہب تیرا خالق بھی عجب ہے پُر جفا

بُدھ اگر صادق ہو عیسیٰؑ بنتا ہے پھر مُفتری
دو تو جھوٹے ہوں محمدؐ نے اگر سچ ہے کہا

یا جو کہتے ہیں یہ دیں کے پیشوا سب ہے غلط
یا غلط فہمی سے ہیں بھیجے گئے یہ پیشوا

کیا خدا نے پاؤں پر اپنے کلہاڑی مار لی
یا خدا سے چھپ کے گوتم یہ مقولہ کہہ گیا

"کیا ضرورت ہے خُدا کی۔ رُوح کو ہونا ہے جب
منزلیں اجسام کی طے کر کے آخر کو فنا"

کس طرح بیٹا خُدا کا تھا یسوعِ ناصری
اور اگر سچ ہے تو معنے "لم یلدؔ" کے ہونگے کیا

اِک مسیحؑ ابنِ خُدا ہے جس کے دم سے ہے نجات
اِک رسُول اللہؐ شفیع المذنبیں خیر الورا

اب بھلا وُہ شخص کس کی مانے اور کس کی سُنے
جُستجوئے یار میں جو کُو بکُو ہے پھر رہا

تھا گرفتارِ ظنوں پہلے ہی کچھ انسان کا دل
اختلافِ دیں سے اب وُہ اور اُلجھن میں پڑا

دین سے ہوتی ہے تسکین بالیقیں دل کو مگر
طالبِ حق کو نہیں کرتا یہ کہنا اکتفا

بُت سے مندر میں پجاری کو ہے جو تسکینِ قلب
جو مُسلماں کو نہیں مسجد میں بروقتِ دُعا

کر رہا تھا جبکہ میں اس طرح کی گفتگو
تھا تعجب اور حیرت سے جسے میں سُن رہا

ناگہاں آہٹ کسی کے پاؤں کی میں نے سُنی
مُڑ کے دیکھا جب تو مذہب ایک جانب تھا کھڑا

(باقی آیندہ)

لہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ خدا کی کوئی اولاد نہیں۔ اسکی طرف اشارہ ہے۔ ؎ عیسائیوں کا عقیدہ۔ ؎ مسلمانوں کا عقیدہ ۱۲

آؤ ہم بتلائیں تجھیں ہزار مریض کس طرح صحت یاب ہوتے ہیں

…یرہ کراماتی — مقوی بصر۔ محافظ بینائی۔ دافع نزول الماء۔ دھند۔ غبار۔ آب لائی وغیرہ۔ قیمت فی تولہ دو روپے۔ عا۔

…ب ذیابیطس — پیشاب کا بار بار آنا اور شکر رک کر تندرستی نصیب ہو۔ فی تولہ ے

…ب دائمی قبض — ایک گولی سے دائمی قبض دور اور تمام عوارض درد سر بحران وغیرہ کافور ۲ درجن عہ

…عشبہ — صفائی خون کے لئے بے مثل۔ گندہ خون کو دور کر کے صاف کرتا ہے۔ دافعہ پھوڑا پھنسی۔ ناسور بھگندر۔ خارش شیشی کلاں سے شیشی خورد عہ

…ور علی نور — چند منٹ میں بال دور۔ ۴ تولہ ایک روپیہ عہ

…ب دافع وجع مفاصل — درد اعضاء جوڑوں کا درد دور ہو۔ ۲ ہفتے کو لئے ۔ عا

…ب دافع طحال — تلی بالف کے دفعیہ کے لئے اکسیر طبیہ ۲ ہفتے کے لئے دو روپے عا

…یر ائیل — دلربا خوشبو کے علاوہ بال بے وقت سفید نہیں ہونے دیتا۔ نزلہ۔ زکام کو دور کرتا ہے۔ ضعف دماغ کو مفید فی شیشی سے

…وغن — اس کے لگانے سے بال بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ قیمت فی شیشی دو روپے عہ

…وائی خارش — درازوں کی خارش اور بدن کے دانے دو دن میں خشک ہو جاتے ہیں۔ ۲ تولہ عا

…ریاق السعال — دفع بلغم۔ درد سینہ۔ … در خراش گلو۔ نزلہ کا بہجاتی …

اس کے استعمال سے بند ہو جاتا ہے اور ہر موسم میں کار آمد۔ ایک تولہ کی قیمت دو روپے .... عا

حب قائم مقام افیون — جا نشین افیون بلا تکلف اس سے چھوٹ جاتے ہیں ایک تولہ عہ

روغن اعجاز — برسوں کا زخم بھر جاتا ہے۔ بھگندر و ناسور کے لئے اکسیر اور عجیب الاثر ۲ تولہ عا

دوائی درد کان — دو قطرے ڈالنے سے آرام ہو جاتا ہے ایک شیشی دو سو مریض کو کافی ہے عہ

چورن مقوی معدہ — خوش مزہ بھوک لگاتا اور کھانا ہضم کرتا ہے۔ ۴ تولہ ایک روپیہ عہ

سنون مستحکم دندان — ہلتے دانت مضبوط اور میل دور کرتا ہے۔ ایک ڈبیہ عہ

الله دافع بخار — دو رتی بھر سے بخار اتر جاتا ہے اور پسینہ خوب آتا ہے قیمت ۲ درجن عہ

دمہ یا ضیق النفس — سانس رکنا اور بلغم وغیرہ دور ہو کر صحت ہو جاتی ہے عا

رعنا — چہرہ کے بدنما داغ وغیرہ دور ہو جاتے ہیں۔ ۴ تولہ عا

سفوف درد گردہ — درد گردہ و درد اور ریگ مثانہ بلا تکلف خارج ہو جاتی ہے ۴ تولہ عا

اکسیر شفا — دوائی قوت بطور علاج حفظ ما تقدم طاعون کے … سے محفوظ رہتا ہے … فی شیشی ایک روپیہ عہ

حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکماء ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور (موچی دروازہ)

خاص کر امیر آدمیوں کے لئے

بل راج بٹی - آجکل عموماً ہر ایک آدمی کو کمزوری کی شکایت رہتی ہے - خاصکر امیر آدمیونکو اس قسم کی ادویات کی اکثر ضرورت پڑتی ہے - اس لئے ہم نے دولتمند صاحبان کی خاطر بڑی محنت سے یہ گولیاں تیار کی ہیں اُن کے استعمال سے ہر قسم کی کمزوری دور ہو جاتی ہے اس سے زیادہ تعریف کرنا تہذیب کے خلاف ہے - پہلے نمونہ منگا کر امتحان کر لیجئے - پھر زیادہ منگایئے - قیمت ۴۰ گولی ۵؍ - نمونہ دس گولی ۱۲؍ محصول ۵؍ - ۸۰ گولی معہ محصول ڈاک خرچ

نوٹ :- آپ صاحبان کو خیال ہے کہ یہ گولیاں کستوری - موتی - مشک - عنبر وغیرہ بہت ہی قیمتی اجزا سے تیار کی گئی ہیں - اگر نسخہ بتانے پر آپ اپنے گھر میں تیار کرائیں تو ۴۰ گولی پر آپ کے کم سے کم دس روپئے خرچ آئینگے - چونکہ ہماری ادویہ معالہ میں ایک بھاری مقدار میں تیار کرائی گئی ہیں - اس لئے انکی قیمت بہت ہی کم رکھی گئی ہے - آپ نمونہ منگوا کر ضرور ہی امتحان کریں -

کاسامرت شربت

(کھانسی کی اکسیر دوا) اس شربت سے پُرانی کھانسی - خون کی کھانسی - گھنٹوں تک دورہ کرنیوالی کھانسی - دم کا کھینچ کر آنا دمہ - کُتا کھانسی - اور تپ دق کی شروع کیحالت وغیرہ امراض چند ہی یوم کے استعمال سے دور ہو جاتی ہیں گویا کہ ان امراض کے لئے یہ حکمی علاج ہے - یہ شربت بالکل جرمنی بوٹیوں سے تیار کیا گیا ہے - نہایت ہی خوش ذائقہ ہے - فوراً ہی دل کو تراوت دیتا ہے - زکام نزلہ دھونپنگ کاف (کالی کھانسی) وغیرہ کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت باوجود ان سب اوصاف کے فی شیشی جس میں آٹھ اونس شربت ہوگا ۱۲؍ محصول ڈاک ۵؍ اگر کوئی [illegible] شیشی اکٹھی منگوائیگا تو معہ محصول ڈاک ۲؍ +

نوٹ :- کاسامرت شربت کا نمونہ اس وجہ سے نہیں رکھا گیا ہے کہ اسکا ٹھیک ٹھیک فائدہ کم از کم ایک ہفتہ کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے

المشتہر پنڈت ہیمراج وید وشارد لوہاری منڈی لاہور

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزیمینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

… پرنسپل میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں
… تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے۔ ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا
… غبار۔ پھولا۔ سبل۔ سرخی۔ ابتدائی موتیابند۔ ناخنہ۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ۔ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے
… مریضوں پر اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور عینک کی بھی حاجت
… رہتی۔ بچے سے لیکر بڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ عام و خاص اس
… سے فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے۔ مبلغ دو روپے۔ ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ
… فی تولہ مبلغ تین روپے۔ خاص ممیرہ فی ماشہ بیس روپے۔ مصری سرمہ فی تولہ ۴ر خرچ ڈاک بذمہ خریدار۔

مشتہر

پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

… سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہوسکتی ہے

… بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ
… والیہ نے ایجاد کیا ہے بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے بالخصوص
… ذیل امراض کے لئے تو اکسیر ہے۔ آنکھوں سے پانی کا بہت جانا۔
… سوزش ہر قسم جسکو آنکھ آنا کہتے ہیں جلن اور کمزوری نظر یا
… دھند کی جھلی کا زخم اور ان سے پیدا ہو۔ چونکہ اس سرمہ میں کوئی
… بیاوی شے نہیں ہے اس لئے ہر کسی کے لئے اسکا استعمال مفید ہے
… میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا مشکل ہے وہاں ایسی مفید دوا کو
… پاس رکھنا چاہئے [illegible] بلا شک و شبہ شہادت دیتا ہوں
… مذکورہ بالا امراض کے لئے ممیرے کا سرمہ ضرور ہی مفید ہے۔
… ڈاکٹر ایم۔ بی۔ [illegible] ایم۔ ڈی۔ [illegible]
… یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ (انگلینڈ) امرتسر۔
… میں نے اور میرے متعلقین نے ممیرے کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ

اہلووالیہ نے تیار کیا ہے استعمال کیا نہایت ہی مفید پایا۔ آنکھوں کی
بیماریوں کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ آنکھوں کو تر و تازہ رکھتا ہے
اور بینائی کو طاقت بخشتا ہے۔ درحقیقت یہ سرمہ بینائی کو قائم رکھنے
کے واسطے نہایت ہی مفید اور زود اثر ہے آج تک کبھی کوئی دوا
اس سرمہ سے فائدہ بخش نہیں دیکھی۔ راقم نواب محمد [illegible]
خان خان بہادر۔ یو۔ سی۔ ایس۔ سی۔ آئی۔ ایس سابق ڈسٹرکٹ
و سیشن جج قسمت جالندھر ممبر کونسل گورنر جنرل ہند۔

(۳) میں اس سرمہ کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ [illegible]
سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہے [illegible] علاج [illegible]
کے مریضوں پر استعمال کیا۔ میری آنکھیں بینائی قائم [illegible]
کی بیماری سے بچنے کے لئے ممیرے کے سرمہ کا استعمال بہت مفید ہے۔
راقم خان بہادر [illegible] سید امیر شاہ ایل۔ ایم۔ ایس [illegible]

انعام

اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو ہم [illegible] پیش کر رہے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے تو [illegible]
مبلغ پانچ ہزار روپے انعام دیا جائیگا [illegible] پنجاب [illegible] پیش کیا گیا ہے۔

اگر اعلیٰ درجہ کی دیسی و انگریزی عطریات خرید نا چاہتے ہو تو

بذریعہ مشین کشید کردہ خوشبودار عطریات و تیل

فوراً ہی ہم سے منگوائیے ہمارے ہاں عطریات ...

ناظرین! مندرجہ ذیل عطریات واقعی بذریعہ مشین کشید کی گئی ہیں۔ منگوا کر ملاحظہ فرمائیے

لونڈرمل صاحب کا تیار کردہ یہ انگریزی قسم کا عطر ہے۔ جس کی خوشبو نہایت ہی خوشگوار اور بھلی معلوم ہوتی ہے۔ قیمت فی شیشی ۸ / ۱۲

عطر حنا	فی تولہ صہ ۔ للعہ ۔ عا ۔ عہ
عطر فتنہ	فی تولہ صہ ۔ للعہ ۔ ع ۔ عہ
عطر کرنا	فی تولہ صہ ۔ للعہ ۔ عا ۔ عہ
عطر حس	فی تولہ صہ ۔ للعہ ۔ ع ۔ عہ
عطر چمبیلی	فی تولہ صہ ۔ للعہ ۔ عا ۔ عہ
عطر عنبر	فی تولہ صہ ۔ للعہ ۔ عا ۔ عہ
عطر موتیا	فی تولہ صہ ۔ للعہ ۔ عا ۔ عہ
عطر کیوڑہ	فی تولہ صہ ۔ للعہ ۔ ع ۔ عہ
عطر موتیا	فی تولہ صہ ۔ للعہ ۔ عا ۔ عہ

ہر ایک قسم کے خوشبودار روغن بھی ہمارے ہاں موجود ہیں۔ منگا لیجیے۔ فی سیر چار روپیہ سے لیکر دو روپیہ تک۔ خرچ ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ: مینیجر دی جمیعت ٹریڈنگ کمپنی سیٹی سیالکوٹ پنجاب

ہمارا دوا خانہ بھی دنیا کے ترقی ... مونچھیں

اکسیر مونچھ / مونچھ داڑھی

اکسیر روزمرہ کے استعمال سے مونچھ کے بال خوب بڑھ جاتے ہیں۔ ہزارہا شیشیاں فروخت ہوئی اور ہو رہی ہیں۔ ہزارہا سند ات موجود۔ قیمت فی شیشی خورد (۱۲) کلاں (عہ)

اعلیٰ درجہ کی سکوپ سسٹم واچ

ساتھ سال چلنے والی

قیمت (للعہ)

اس گھڑی کی تعریف کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ایک گھڑی ... زمانہ میں ... گھنٹے ... دیگر سوداگر ایسی گھڑی ... قیمت صرف (للعہ) ... اور بجتہ گھڑی ... منگوانے پر مفت ... کردہ

ملنے کا پتہ: مینیجر دی جمیعت ٹریڈنگ کمپنی سیالکوٹ (پنجاب)

طلسمی منجن دندان

اگر اس سے پہلے آپ نے بہت سے منجنوں وغیرہ کو استعمال کیا ہوگا۔ مگر یہ منجن اپنی آپ نظیر ہے۔ دانت ہلتے ہوں۔ درد کرتے ہوں۔ مسوڑھے پھول گئے ہوں۔ دانتوں سے خون بہتا ہو۔ میل جم کر دانت خراب ہو گئے ہوں اور کیڑا لگ گیا ہو۔ منہ سے بو آتی ہو۔ ٹھنڈا پانی پیتے وقت دانتوں میں درد ہوتا ہو۔ تو ہمارا ایجاد کردہ منجن دندان استعمال کریں۔ خفیفہ کہتے ہیں کہ مندرجہ بالا امراض دور ہو کر دانت موتیوں کی مانند چمکدار ہو جاویں گے

قیمت فی بکس جو چھ ماہ کیلئے کافی ہے (۸/) محصولڈاک علاوہ

موجد منجن دندان ایم علی الدین بیرون دروازہ ... شہر سیالکوٹ (پنجاب)

جنگِ رُوس و جاپان

عظم اِس جنگ کی تاریخ تیار کر رہا ہے۔ جو کئی حصّوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ جب تک جنگ جاری رہیگی
یخ کا سلسلہ بھی جاری رہیگا پہلا حصّہ تیار ہے جسکے مطالب حسبِ ذیل ہیں جنکی تشریح سات ہاف ٹون
تصویروں کی نقلوں سے کی گئی ہے۔ فرہنگ لغات جنگ۔ جنگی جہازوں کے اقسام ماہیت۔ جنگ
ر روس۔ جنگ اور ہندوستان۔ اسبابِ جنگ۔ بانیٔ جنگ۔ جنگ کی مصیبتیں۔ میدان کارزار
ولی۔ حملہ پورٹ آرتھر۔ روسی بربادی خود اپنے ہاتھ سے جاپانی کوریا میں۔ رُوسی بربادی
وغیرہ جلد منگائیے ورنہ موقع جاتا ہے قیمت ۸ر حصّہ دوم جو حصہ اول سے بلحاظ ضخامت و
مین و تصاویر زیادہ ہے قیمت ۸ر + المشتہر ایس ابن علی اڈیٹر اخبار نیر اعظم مراد آباد

نایاب ذخیرہ

اح الادب۔ پند و حکمت کا گوہر معنی خیز حکایتیں شاعرانہ ق کے سند باد نامہ کا ترجمہ اخلاقی ذخیرہ ۸ر
یخ عمری۔ سابق میگار دولت آصفیہ و مہاراجہ مدار المہام حال کے خاندان کے تفصیلی حالات ۶ع
التاریخ۔ ۳ عددی دو ہزار مین تک کے تاریخی الفاظ۔ فقرات۔ محاورات۔ ضرب الامثال۔ آیات۔
۔ نام وغیرہ۔ کئی لاکھ موزون اور موضوع ہر قسم کے بنے بنائے تاریخی مادّے۔ عجوبۂ روزگار عہ
ستارگان۔ معروف ٹکسال۔ قدیم شاہان ایران سے لیکر آجتک کی دُنیا بھر کی بادشاہتوں و ریاستوں
کے سونے۔ چاندی۔ تانبے وغیرہ کے سکوں کے دونوں رُخوں کی اصلی تصویر حال۔ وزن۔ ماہیت وغیرہ عہ
ستان قدیم شاہان ایران سے لیکر آجتک کی بادشاہتوں۔ ریاستوں وغیرہ کے نشان وغیرہ کی تصویریں ۸
ن الاذکار۔ غوث پاک کی سوانح اور حالات میں آجتک ایسی جامع کتاب نہیں لکھی گئی۔ اُردو قابل دید ۱۲
رۃ السلوک۔ اُردو۔ اعلیٰ درجہ کی فلسفہ اور حکمت کو لئے ہوئے۔ تصوف میں بہترین و تازہ تصنیف عہ

البی۔ ابو طالب خان اصفہانی کے سنہ ۱۲ء سفر نامہ
ب کا ترجمہ معہ نقشہ و تصاویر ۶ع
ان عجم۔ شعرائے عجم کی سوانح عمری معہ مختصر کلام ترجمہ انگریزی ۸

نقش حیرت۔ ۳۰۰ قدیم و جدید ہر قسم کے نادر طغرے ۱۲
قدر الاقتباس۔ متقدمین و متاخرین شعرا کا منتخب دلچسپ کلام ۴
عجائبات عالم۔ بالکل قابل دید تازہ تصنیف ۸

المشتہر منیجر نیر اعظم بک ایجنسی مراد آباد روہیلکھنڈ

ممیرہ اور سچے موتیوں کا سفید سُرمہ

مُصدّقہ جناب نامی گرامی ڈاکٹر ڈبلیو آر گرایپر صاحب بہادر

الیف۔ سی۔ ایس۔ اے۔ آر۔ ایس۔ ایم۔ فیلو آف کمسٹری لنڈن

جسکی نسبت لنڈن و کلکتہ و پنجاب و آگرہ میڈیکل کالج کے سندیافتہ معزز ڈاکٹروں و نوابوں و راجاؤں کے معزز حکیموں و صاحبان جج بہادر و مجسٹریٹ بہادر و صاحبان ڈپٹی کلکٹران بہادر و معزز یورپین صاحبان انگریز بہادر وغیرہ نے بعد تجربہ و استعمال کے ہم کو یہ لکھا ہے کہ آپ کا ممیرہ و سچے موتیوں کا سفید سرمہ آنکھوں کی بیماریوں و ترقی روشنی کے واسطے بہت مفید اور سب سے بہتر و زود اثر دوا ہے۔ کہ جس کے سارٹیفکیٹ بوقت فرمایش آپ کی خدمت میں ہم خود بھیجیں گے۔ ممالک روس وغیرہ کے معزز ڈاکٹران و ہندوستان کے معزز ڈاکٹران و حکیم آنکھوں کی بیماریوں میں اور دوا کو چھوڑ کر ہماری اس دوا کو استعمال کرتے ہیں۔ ہم نے اصلی و عمدہ ممیرہ بڑی تلاش سے ہندوستان کے باہر سے منگایا ہے

ہمارے سُرمہ کا امتحان اور اُس میں جلد کامیابی

نگاہ ناپ کر ہمارا سرمہ لگایئے دو ہفتے میں روشنی آنکھ بہت بڑھ جائیگی اور آنکھ کے جملہ نقص دُور ہو جاینگے (۲) عینک کی ضرورت نہیں۔ (۳) دُھند۔ ڈھلکہ۔ آنسو بہنا۔ سردی۔ سوزش۔ کھجلی۔ آنکھ کے سامنے کا اندھیرا پلکوں کے اندر کے دانے و سُرخی۔ گوہانجی۔ (۱۲) لکھنے پڑھنے سے آنکھوں کا تکان۔ درد بہت جلد شرطیہ رفع کرتا ہے (۱۴) کمزور نگاہ سے سُوئی میں تاگا بہت جلد چھوڑ لیجئے۔ پڑوال۔ ٹھبل۔ جالا۔ پھولی۔ ابتدائی موتیابند۔ ناخونہ گرے (۲۲) آنکھوں میں سُرخ ڈورے پڑ جانے کو (۲۳) پلکیں گر جانے والی بیماری کو مفید ہے۔ کمزور آنکھ کو قوت دیتا ہے۔ آنکھوں کا میل اور مواد صاف کرتا ہے اور جملہ امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ قیمت فی تولہ تین روپے محصولڈاک

المشتہر رام سرن نگم۔ کانپور } اپنا نام و مقام و نام ڈاکخانہ و ضلع خوشخط لکھو۔ ورنہ تعمیل نہ ہوگی۔

چند معزز اور قابل قدر و لائق اطمینان شہادتیں

(۱) عالیجناب ڈاکٹر اے وائی روڈ صاحب بہادر آنرری۔ ایم۔ پی۔ ایل۔ لنڈن۔
(۲) جناب ڈاکٹر ایچ۔ بی۔ بنرجی صاحب ایل۔ ایم۔ ایس و سرجن کلکتہ۔
(۳) جناب ڈاکٹر بی۔ این۔ بنرجی صاحب ایل۔ ایم۔ ایس۔ اسسٹنٹ سرجن میرٹھ۔
(۴) جناب ڈاکٹر اللہ یار خاں صاحب ایس۔ جی۔ سی ہاسپٹل اسسٹنٹ ضلع بجنور۔
(۵) جناب ڈاکٹر عبد الصمد خاں صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ ضلع کانپور

(۶) عالیجناب شمس العلما خان بہادر جناب مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب پروفیسر سابق میور کالج الہ آباد
(۷) عالیجناب مولوی فصیح الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر و اسسٹنٹ مہتمم بندوبست کانپور۔
(۸) عالیجناب میر حمزہ حسین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ایل سب جج بہادر مقام منگلور۔
(۹) عالیجناب مولوی سید حامد حسین صاحب منصف درجہ اول ضلع ہمیرپور۔
(۱۰) عالیجناب منشی دھنپت رائے صاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر ضلع بستی

(۱۱) عالیجناب مسٹر بپن بہاری صاحب گھوش۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ سشن جج بہادر گونڈہ۔
(۱۲) عالیجناب مسٹر ایل ڈھب رام صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ایل جج خفیفہ بہادر کانپور
(۱۳) عالیجناب مسٹر شیخ لال صاحب ڈسٹی مجسٹریٹ بہادر مقام منڈلیسر
(۱۴) عالیجناب مسٹر جی مرار جی صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ ڈسٹرکٹ جیل کانپور
(۱۵) عالیجناب جی باگ صاحب بہادر انجنیر ریلوے

المشتہر رام سرن نگم۔ کانپور